علم قراءات: کتب ومباحث

(اہل علم کی کتابوں اور مباحث کے تعارف، تبصرے اور تلخیص)

از: عبدالباسط پتافی

علم قراءات ایک وقیع و وسیع موضوع ہے جس پر اگلوں سے لے کر آج تک ذہین و فطین علماء نے بے بہا لکھا ہے اور آج بھی مختلف زاویوں سے لکھا جا رہا ہے۔

ہم نے علم قراءات کے موضوع کو سمجھنے کے لیے جب مطالعہ کیا تو ساتھ میں ان کتابوں اور مباحث کا خلاصہ، تعارف، تبصرہ یا نکات بھی لکھتے گئے اور جسے وقتاً فوقتاً سماجی ذریعہ ابلاغ پر بھیجتے رہے مگر مناسب معلوم ہوا کہ ان تحریروں کو یکجا کیا جائے کہ شاید اس طرح مزید علم دوست تشنہ لبوں کے کام آ سکے۔

لہذا اسی غرض سے انہیں یہاں اس صورت میں یکجا کر رہے ہیں، اگر کسی کو کہیں کوئی غلطی یا کمی محسوس ہو تو اسے ہمارے عام انسان ہونے پر محمول فرمائیں اور اگر ہم تک پہنچا سکیں تو ہم سراپا ممنون ہوں گے۔

واضح رہے ہم ان میں سے نہ کسی کی حمایت کر رہے اور نہ مخالفت؛ کیونکہ ہم نے الگ سے علم قراءات پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے جو کسی نہ کسی موقعہ پر پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ

مباحث

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے مباحث کو مرتب کیا جائے اور آخر میں کتابوں کو۔

اہل سنت اور بعد میں علمائے امامیہ کے علم قراءات پر لکھے گئے مباحث بالترتیب رکھے گئے ہیں۔

قراءات: زرکشی کی رائے

اپنی مایہ ناز کتاب (البرھان) میں بدرالدرین زرکشی (ت794ھ) قرائت پر عمدہ نکات اٹھاتے ہیں جو بائیسویں اور تئیسویں نوع میں پڑھے جاسکتے اور پچیسویں نوع رسم الخط کے حوالے سے اچھی آگہی فراہم کرتی ہے۔

ہم ان کی بائیسویں اور تئیسویں نوع کا خلاصہ نکات کی صورت پیش کر رہے ہیں۔

1۔ سات قرائتوں کے موضوع پر ابو عمرو الدانی کی (التیسیر) عمدہ تصنیف ہے

2۔ قرآن اور قرائتیں دو الگ الگ حقیقتیں ہیں

قرآن: وہ وحی جو رسول اکرم ص پر بیان و اعجاز کے لیے نازل ہوئی

قرائتیں: وحی کے لکھے ہوئے الفاظ میں اختلاف یا ان کی ادائیگی میں اختلاف جیسے تخفیف و ثقیل وغیرھا۔

3۔ سات قرائتیں جمہور کے نزدیک متواتر بلکہ مشہور ہیں اور بعض کا انکار کوئی معنی نہیں رکھتا جیسے مبرد حمزہ کی قرائت (والأرحامِ) کا اور ابن عصفور ابن عامر کی قرائت (قَتْلُ اولادَهم شُركايِهم) کا انکار کرتے ہیں۔

تحقیق: مگر درست بات یہ ہے کہ یہ قرائتیں قاریوں سے ہم تک متواتر پہنچی ہیں۔

رہا ان کا نبی سے تواتر تو وہ محل نظر ہے پس سات ائمہ کی اسناد قرائتوں کی کتب میں موجود ہیں جو نقل الواحد عن الواحد ہیں یعنی اخبار آحاد کے طریق پر ہیں اور ان میں تواتر کی شرائط مکمل ہی نہیں ہیں۔

4۔ ابو عمرو بن حاجب کا کہنا ہے کہ سات قرائتوں میں ادائیگی جیسے مد، امالہ، تخفیف ہمزہ متواتر نہیں ہیں۔

یہ بات درست نہیں ہے؛ کیونکہ مد اور امالہ اپنی اصل میں متواتر منتقل ہوئے ہیں تاہم ان کی مقدار اور کیفیت میں اختلاف ہے کہ مد کو کتنے الف برابر کھینچنا ہے لیکن خودِ مد متواتر ہے۔

اور تخفیف ہمزہ کی چاروں انواع بھی متواتر ہیں۔

(ہم ان انواع کو چھوڑ رہے ہیں۔)

5۔ قرائتیں توقیفی ہیں اور اختیاری نہیں ہیں

پس قاریوں کی قرائتوں کا معاملہ اجتہادی نہیں ہے کہ فصحاء وبلغاء کی طرح اجتہاد کریں جیسے زمخشری وغیرہ کا ماننا ہے بلکہ قرائتیں توقیفی ہیں کہ قاری اساتذہ اور وہ اپنے شیوخ سے سیکھ کر صحابہ تک سلسلہ پہنچاتے ہیں۔

6۔ ابو حیان کہتے ہیں کہ الدانی کی تیسیر اور شاطبیہ میں سات قرائتوں کا مکمل احاطہ نہیں کیا گیا؛ کیونکہ جزیرۂ اندلس سات قرائتوں کے قدیم شہروں میں سے نہیں تھا اس لیے کہ وہ اسلامی شہروں سے بہت دور رہا ہے۔

7۔ قرائتوں کے اختلاف سے احکام کے اختلاف نظر آتے ہیں۔

8۔ سات قرائتوں کی جداگانہ تمیز چوتھی صدی ہجری میں ابن مجاہد کی تصنیف سے ہوئی۔

پھر زرکشی سات قاریوں کا تعارف لکھتے جو چھوڑ رہے ہیں۔ (قاریوں کے حالات مستقل تحریر میں ہم لکھیں گے۔ ان شاء اللہ)

9۔ قرائتوں کا اختلاف کل سات امور کی جانب پلٹتا ہے:

۱۔ کلمہ کے اعراب یا حرکت میں اختلاف مگر صورت و معنی وہی رہیں جیسے (بُخل و بَخَل)

۲۔ کلمہ کے اعراب و حرکت میں اختلاف مگر معنی بدل جائیں اور ہیئت وہی رہے جیسے: باعَد / باعِد

۳۔ کلمہ کے حروف کی تبدیلی میں اختلاف مگر معنی وصورت وہی رہے۔ جیسے (ننشرها/ننشزها)

۴۔ کلمہ میں اختلاف جس سے صورت بدل جائے مگر معنی وہی رہیں (کالعهن المنفوش / کالصوف المنفوش)

۵۔ کلمہ میں اختلاف کہ معنی وصورت دونوں بدل جائیں (وطلح منضود/طلع منضود)

۶۔ تقدیم وتاخیر کا اختلاف

۷۔ حروف وکلمات میں کمی بیشی کا اختلاف۔ جیسے (ما عملته ایدیهم / ما عملت)

10۔ ابو عبید کہتے کہ شاذ قرائتوں میں مقصد قرآن کی تفسیر کرنا تھا

☆ تئیسویں نوع

اس میں انہوں نے اس بحث کو چھیڑا ہے کہ کس وجہ سے قاری نے کسی قرائت کو چنا اور مختلف قرائتوں کی توجیہ کرنا جیسے اس عظیم فن میں ابو علی فارسی کی کتاب (الحجة)، مکی کی (الکشف) اور مھدوی کی (الهداية) ہے۔

پھر یہ بحث بھی کرتے کہ کیا ایک قرائت کو دوسری پر ترجیح دی جاسکتی یا کسی ایک کو ضعیف گردانا جاسکتا ہے؟

اس پر زرکشی دوسروں کے اقوال لائے ہیں جن میں ایسے عمل کو سراہا نہیں گیا کیونکہ تمام قرائتیں متواتر ہیں سو ان میں ترجیح قائم کرنا درست نہیں۔

☆ شاذ قرائتوں کی توجیہ پر ابن جنی کی کتاب (المحتسب) نہایت عمدہ ہے مگر وہ مکمل ایفاء نہیں کرتی سو اس سے وسیع ابو بقاء عکبری کی ہے۔

والسلام

سیوطی کے نزدیک قرائتیں

سیوطی کی علوم القرآن پر مشہور کتاب (الاتقان) میں 22ویں نوع سے لے کر 27ویں نوع تک قرائت کے مسئلے پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے جس کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

سب سے پہلے سیوطی قاضی بُلقینی کا کلام لاتے ہیں جن کا کہنا ہے کہ قرائت متواتر، آحاد اور شاذ کی جانب تقسیم ہوتی ہے اور سات مشہور قرائتیں متواتر ہیں جبکہ مزید تین قرائتیں آحاد اور تابعین کی قرائتیں جیسے اعمش و یحیی بن وثاب کی شاذ ہیں۔

سیوطی اس کلام کو درست نہیں سمجھتے اور اس حوالے سے ابن جزری کے کلام کو پختہ اور درست مانتے ہیں سو انہوں نے ان کا طویل کلام نقل کیا ہے جسے ہم چھوڑ رہے ہیں تاہم سیوطی نے اس کلام سے جن درج ذیل چند نکات کو اخذ کیا ہے:

الف) **متواتر:** جس قرائت کو ایسا جم غفیر اپنی جیسی جماعت سے نقل کرے جن کا جھوٹ پر ایکا محال ہو۔ اکثر قرائتیں اسی قبیل سے ہیں

ب) **مشہور:** وہ قرائت جس کی سند صحیح ہو مگر تواتر تک نہ پہنچی ہو اور وہ عربی ورسم کے موافق اور قاریوں میں مشہور ہو۔

ج) **آحاد:** وہ قرائت جس کی سند تو صحیح ہو مگر وہ رسم یا عربی کے مخالف ہو یا پھر قاریوں میں مشہور نہ ہو۔ جیسے کئی ایک قرائتیں ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ ایک باب میں باندھی ہے اور حاکم نے بھی اخراج کی ہیں۔

د) **شاذ:** وہ قرائت جس کی سند ہی صحیح نہ ہو جیسے (مَلَکَ یومَ الدین) وغیرھا

ھ) **موضوع:** جیسے خزاعی کی قرائتیں

ی) **تفسیری:** ایک چھٹی قسم بھی ہے اور وہ حدیث مدرج کی طرح ہے کہ قرائت کے دوران کسی آیت کی تفسیر کر دی جائے۔

جیسے: سعد بن ابی وقاص کی قرائت (و له أخ أو أخت من أم) ورنہ سورہ نساء آیت 12 میں (من أم) نہیں ہے لیکن یہاں تفسیر کی گئی ہے کہ آیت سے کیا مراد ہے۔

جو کہتے ہیں کہ بعض صحابہ نے قراءۃ بالمعنی کی اجازت دی تھی وہ جھوٹا ہے۔

☆تنبیہات

1۔اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مکمل قرآن تواتر سے ہم تک پہنچا ہے تاہم اس کی جزئیات کی جگہ، ترتیب وغیرھا میں محقق اہل سنت کا یہی ماننا ہے کہ وہ بھی تواتر سے پہنچا ہے

بسم اللہ بھی متواتر ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز کسی کے نزدیک متواتر نہ ہو مگر دوسری قوم کے یہاں متواتر ہو۔

دلیل: اس کے تواتر کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ یہ صحابہ کے مصاحف میں ثبت ہے جبکہ انہوں نے مصحف میں ہر اس چیز کو لکھنا ممنوع قرار دیا ہوا تھا جو قرآن نہ تھا۔

اس کے بعد سیوطی روایات لکھتے ہیں۔

ابن مسعود کا انکار

ابن مسعود کا قول کہ فاتحہ اور معوذتین قرآن میں سے نہیں ہیں اس پر علماء کی چند آراء ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ نسبت اور قول کذب وافترا ہے تاہم بعض نے جمع کرنے کی کوشش کی ہے

جیسے کہ ابن مسعود کا مقصود یہ بتانا تھا کہ یہ دونوں مصحف میں مرقوم نہیں ہیں ورنہ قرآن کا تو حصہ ہیں۔

اس تاویل وتوجیہ کو سیوطی درست نہیں سمجھتے کیونکہ یہ ان روایات کے متن کے خلاف ہے جن میں صراحت سے کہا گیا ہے کہ یہ کتاب اللہ کا حصہ نہیں ہیں سو کتاب کو مصحف سے تاویل کرنا بعید ہے۔

تیسری رائے یہ ہے کہ ابن مسعود کے یہاں معوذتین کا تواتر ثابت نہ تھا مگر بعد میں صحابہ کے التفات

سے انہوں نے رجوع کر لیا۔

2۔ زرکشی نے برہان میں کہا ہے کہ قرآن و قرائت دو الگ الگ حقیقتیں ہیں اور سات قرائتیں قاریوں سے تو متواتر ہیں مگر نبی سے ان کا تواتر ثابت نہیں بلکہ وہ خبر واحد کے طریق پر ہیں۔

سیوطی ان کے اس قول کو درست نہیں سمجھتے کیونکہ وہ قرائتوں کو نبی سے متواتر ہی سمجھتے ہیں۔

ابن حاجب نے کہا کہ ادائیگی جیسے مد، امالہ اور تخفیف ہمزہ متواتر نہیں ہے

اس پر سیوطی ابن جزری کا قول لاتے کہ جب لفظ متواتر ہو تو اس کی ادائیگی و ہیئت بھی متواتر ہوتی ہے اور سب ائمہ اصول نے یہی کہا ہے۔

سیوطی ابن جزری کے قول کو درست سمجھتے

3۔ کیا سات قرائتوں کا تعلق سبعہ احرف حدیث سے ہے؟

اہل علم اسے درست نہیں سمجھتے سو سیوطی بھی ابو شامہ، ابو عباس بن عمار، ابو بکر بن عربی، ابو حیان اور مکی و غیر ھم کے اقوال لاتے جہاں اس بات کی شد و مد سے نفی کی گئی ہے۔

4۔ قرائتوں کے اختلاف سے احکام میں اختلاف ہوتے ہیں۔

وضو میں پاؤں دھونے اور مسح کا حکم (ارجلَکم) کی صورت دھونا اور (ارجلِکم) میں مسح نکلتا۔

5۔ کیا شاذ قرائتوں سے احکام اخذ ہو سکتے؟

اس میں اختلاف ہے۔

امام الحرمین نے مذہب شافعی سے نقل کیا ہے کہ ظاہرا یہ جائز نہیں ہے اور ابن حاجب جزما اسے جائز نہیں مانتے۔

6۔ قرائتوں کی توجیہ

علماء نے اس فن پر کام کیا ہے اور مستقل کتابیں لکھی ہیں کہ کسی قاری نے کسی متعین قرائت کو کیوں منتخب کیا، اس کے نکات، فوائد اور پھر ایک دوجے پر تصحیح وغیرھا کی ابحاث درج کیں۔

والسلام

ابن عاشور کے نزدیک قرائت کا مسئلہ

ابن عاشور اپنی مشہور و معروف تفسیر (التحریر و التنویر) کے شروع میں دس مقدمات رقم فرماتے ہیں

جس کا چھٹا مقدمہ قرائت کے متعلق ہے جس کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

____-

علمِ قرائت یقیناً اہمیت رکھتا ہے اور رکھتا بھی آیا ہے کہ اس میں شاندار تصانیف و تالیف کا کام بھی ہوا ہے مگر کب مختلف قرائتیں تفسیر میں اثر رکھتی ہیں اور کب اثر نہیں رکھتیں یہ سب ہم وضاحت سے بیان کریں گے۔

قرائتیں دو حال سے خالی نہیں ہیں:

پہلا: جس کا تفسیر سے کوئی تعلق نہیں

دوسرا: جس کا تفسیر سے مختلف جہات میں تعلق ہے

اب دونوں حالتوں کی وضاحت و تفصیل ملاحظہ ہو۔

پہلا: جس کا تفسیر سے کوئی تعلق نہیں

یہ حروف و حرکات کی ادائیگی کا اختلاف ہے۔

جیسے مد، امالات، تخفیف، تسہیل، تحقیق، جہر، ہمس اور غنہ وغیرہ کے معیارات

اور ایسے ہی کبھی اعراب کا اختلاف مگر اس طرح بھی نہیں کہ معنی یا تفسیر میں کوئی فرق آئے جیسے (حتی یقول الرسول) میں لام کے زبر کے ساتھ تو کوئی پیش کے ساتھ پڑھے وغیرہ۔

☆مختلف قرائتوں کی وجہ

ائمہ عرب جب قرآن پڑھنے لگے تو اپنے اپنے مختلف لہجوں میں قرآں پڑھنے لگے کہ کوئی مصحف مدینہ، مکہ، کوفہ تو کوئی بصرہ وشام سے پڑھنے لگا بعض نے تو یمن و بحرین کو بھی شمار کیا ہے بہ ہر حال مختلف لہجوں میں قرآن پڑھنے لگا اور پڑھنے والے سب صحابہ تھے لیکن یہ سب مصحف عثمان سے پہلے کی بات ہے مگر پھر عثمان بن عفان نے یہ اہتمام کیا کہ سب کو لہجہِ قریش میں جمع کیا کیونکہ جمہور اسی کو پڑھتے تھے اور وہ فصیح زبان بھی رکھتے تھے بلکہ روایات میں تو یہاں تک آیا ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

سوال: یہ قرائتیں جن کا تعلق تفسیر سے نہیں اجتہادی و اختیاری تھیں؟

جواب: بلکل یہ اختیاری و اجتہادی تھیں جس کی وجہ سے ان میں اختلاف پایا جاتا اور علماء نے خود سے بھی ترجیحات قائم کی ہیں اور ویسے بھی ان قرائتوں سے معنی میں کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔

یہ قرائتیں مردود یا اخبار آحاد کہ متواتر ہیں؟

متواتر قرائت: ہر وہ قرائت متواتر ہے جو نبی سے نقل ہوئی ہو اور ہم تک تواتر و اجماع سے پہنچی ہو

قرائت صحیحہ: ہر وہ قرائت جو متواتر تو نہ ہو مگر اس میں درج ذیل تین شرائط موجود ہوں تو وہ قرائت صحیحہ ہے:

الف) نبی تک صحیح سند ہو

ب) عربیت سے ہم آہنگ ہو

ج) مصحف عثمان کے موافق ہو

شاذ قرائت: اور جو قرائت ان شروط سے تہی دامن ہو وہ شاذ ہے۔

پس جو قرائت درجہ تواتر تک پہنچی ہوئی ہے وہ عربیت میں بھی حجت ہے پس اب اس کی قبولیت کے لیے عربیت معیار نہ ہو گا بلکہ وہ خود ایک مصدر رہے عربی جانچنے کے لیے۔

اور یہ متواتر قرائت مصحف عثمانی کی موافقت سے بے نیاز ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ مصحف میں آیت ضاد سے درج ہے: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ

جبکہ یہی آیت دیگر متواتر قرائت میں ظاء سے پڑھی گئی ہے: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِينٍ

☆**دوسرا:** جس کا تفسیر سے مختلف جہات میں تعلق ہے

ان قرائتوں میں قرآن کے معنی اور تفسیر میں فرق پڑتا ہے

جیسے (وقد کذبوا) کو تخفیف کے ساتھ پڑھنا یا تشدید کے ساتھ پڑھنا

یہ سب اختلاف بتاتے ہیں کہ قرآن میں متعدد معانی ہیں جیسے توریہ، توجیہ فی البدیع اور تضمین میں ہوتا سو ان میں سے کسی قرائت کو دوسری قرائت پر ترجیح نہیں دی جاسکتی بس قرائت رسول اکرم سے ثابت ہو اور یہ چیز ہمیں روایت میں بھی دکھتی ہے:

صحیح بخاری میں ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا: میں نے ہشام بن حکیم کو سورۃ الفرقان نماز میں پڑھتے سنا، میں نے ان کی قرآت کو غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ سورت میں ایسے حروف پڑھ رہے ہیں کہ مجھے اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھایا تھا، قریب تھا کہ میں ان کا سر نماز ہی میں پکڑ لیتا لیکن میں نے بڑی مشکل سے صبر کیا اور جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر سے ان کی گردن

باندھ کر پوچھا یہ سورت جو میں نے ابھی تمہیں پڑھتے ہوئے سنی ہے، تمہیں کس نے اس طرح پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ نے مجھے اسی طرح پڑھائی ہے، میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔

خود نبی کریم نے مجھے اس سے مختلف دوسرے حرفوں سے پڑھائی جس طرح تم پڑھ رہے تھے۔ آخر میں انہیں کھینچتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اس شخص سے سورۃ الفرقان ایسے حرفوں میں پڑھتے سنی جن کی آپ نے مجھے تعلیم نہیں دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ تم پہلے انہیں چھوڑ دو اور اے ہشام! تم پڑھ کے سناؤ۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ان ہی حرفوں میں پڑھا جن میں میں نے انہیں نماز میں پڑھتے سنا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا کہ یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا عمر! اب تم پڑھ کر سناؤ میں نے اس طرح پڑھا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تعلیم دی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی سن کر فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے پس تمہیں جس طرح آسان ہو پڑھو۔ (ترجمہ ماخوذ از ویبسائٹ)

☆کلام در حدیث سبعہ احرف

اس حدیث میں شدید قسم کا اختلاف ہے اور بنیادی طور پر دو گروہ ہیں

الف: حدیث منسوخ ہے

ب: حدیث محکم ہے

جو کہتے ہیں کہ حدیث منسوخ ہے وہ قاضی ابو بکر باقلانی، ابن عبد البر، ابو بکر بن عربی، طبری اور طحاوی وغیرہ ہیں۔

ان کا ماننا ہے کہ صدر اسلام میں لوگوں کی آسانی کے لیے ان کو چھوٹ دی گئی کہ وہ اپنے اپنے لہجوں میں قرآں کو پڑھیں مگر بعد میں سب کو لہجہِ قریش پہ جمع کر دیا گیا اور یہی وہ قرائت ہے جو رسول نے جبریل کے سامنے دوبار پڑھی جسے عرضہِ اخیرہ کہتے ہیں۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کچھ کہتے کہ رسول کے دور میں ہوئی تو کچھ کہتے کہ بعد از رسول اجماع صحابہ سے نسخ ہوئی اور کچھ کہتے وصایت رسول سے نسخ ہوئی اور دلیل کے طور پر عمر کا قول لاتے کہ

و َاسْتَدَلُّوا عَلَى ذَلِكَ بِقَوْلِ عُمَرَ: إِنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ

بے شک قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

اس کے بعد ان میں یہ بھی اختلاف کہ سات سے مراد کیا ہے؟

پہلا قول: اس سے مراد سات عدد حقیقی ہیں اور یہی قول جمہور کا ہے اور یہاں مراد "مترادفات" ہے یعنی کسی کلمہ کو یا چند کلمات کو مترادفات سے بدلا جا سکتا ہے مگر وہ سات عدد سے زیادہ نہ ہو اور یہ چھوٹ دی گئی تھی۔

دوسرا قول: یہ عدد حقیقی نہیں بلکہ توسع و تعدد کے لیے کنایہ ہیں اور مراد یہی ہے کہ مرادفات لائے جا سکتے تھے چاہے ایک ہی لغت کیوں نہ ہو جیسے (کالعهن المنفوش) کو ابن مسعود نے (کالصوف المنفوش) پڑھا

تیسرا قول: مراد توسعہ ہے مگر ہر طرح کا بس عذاب والی رحمت اور رحمت والی آیت عذاب نہ بن جائے جیسے (كان الله سميعا عليما) کو (عليما حكيما) بھی پڑھا جا سکتا۔

☆اور وہ جو کہتے ہیں کہ حدیث محکم ہے نہ کہ منسوخ تو وہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں کہ سات حروف

سے کیا مراد ہے؟

الف: اس سے مراد اغراض قرآن ہے۔ جیسے امر و نہی، حلال و حرام وغیرھا۔

ب: اس سے مراد کلامِ قرآن کی انواع ہیں جیسے خبر و انشاء اور حقیقت و مجاز

ج: دلالت قرآن کی انواع مراد جیسے عموم و خصوص، ظاہر و موؤل

مصنف کا کلام: یہ تمام توجیہات سیاق حدیث سے میل و مناسبت نہیں رکھتی ہیں اور ان کا کلام نقض سے خالی بھی نہیں

د: اس سے مراد سات لغات میں قرآن نازل ہوا ہے اور یہ مختلف آیات میں پھیلا ہوا ہے نہ کہ قاری کو اختیار کہ جیسے چاہے پڑھے۔

ھ: سات احرف سے مراد عرب کے لہجیں ہیں کہ وہ کلمات کی ادائیگی میں مختلف کیفیات کے لحاظ سے مختار ہیں جیسے معیاراتِ فتح و امالہ، مد و قصر اور ہمزہ و تخفیف وغیرہ۔

مصنف کہتے ہیں کہ یہ پہلے کے تمام جوابات میں سے بہترین جواب ہے۔

☆ **مصنف کا تبصرہ**

اگر اس حدیث کے راوی کی فصاحت بہتر ہو اور اس نے مقصود بھی ٹھیک ٹھیک بیان کیا ہے (نقل بالمعنی کر کے مقصود میں خلل نہ ہوا ہو) تو پھر اس سے یہ احتمال نکلتا ہے کہ یہ حدیث سورہ میں موجود آیات کی ترتیب سے متعلق ہے۔

یعنی حدیث میں جس رخصت کا ذکر ہوا ہے وہ رخصت اس متعلق ہے کہ سورہ کی آیات جس ترتیب سے

یاد کرنا ہو تو کر لی جائیں پس ہشام نے اس ترتیبِ آیات سے سورہ نہیں پڑھا ہو گا جس ترتیب سے عمر کو یاد تھی۔

یہاں ایک سوال اٹھے گا کہ کیا یہ رخصت اب بھی ہے تو ان کا ماننا ہے کہ عرضہ اخیرہ کے بعد اسی ترتیب کو لیا جائے گا جس پر عہد ابو بکر میں تمام صحابہ کا اتفاق ہو چکا تھا۔

کیا مذکورہ حدیث سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اس سے مراد مشہور سات قرائتیں ہیں جو مختلف قراء کے نام سے مشہور ہیں؟

اس کے جواب میں مصنف کا کہنا ہے کہ حدیث سے یہ مطلب نکالنا کسی طور درست نہیں کیونکہ علماء میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں بلکہ اجماع اس کے خلاف قائم ہے۔

اور پھر قرائتوں کو سات میں منحصر جاننے کی کوئی خاص دلیل بھی نہیں۔

☆ صحیح قراءات کے مراتب اور ان میں ترجیح

سب سے پہلے ابو بکر بن عربی کی عبارت لاتے ہیں کہ تمام قرائتیں جو مصحف عثمانی میں درج الفاظ کے مخالف نہیں ہیں وہ سب کی سب "متواترہ" ہیں چاہے وہ قرائتیں ادائی الفاظ، یا مد و قصر وغیرہ کے حوالہ سے مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آخر یہ قرائتیں متواتر کیسے ہیں؟ تو اس کا جواب مصنف یہ دیتے ہیں کہ کیونکہ مصحف تواتر سے ثابت ہے اور یہ مصحف کے مطابق و موافق ہونے کی وجہ سے بالتبع متواتر ہوئیں۔ اور وہ قرائتیں جن میں لفظ مصحف عثمان سے الگ ہوں تو متواتر نہیں ہیں

مگر یاد رہے کہ وہ نقل کے لحاظ سے متواتر نہیں ہیں کیونکہ ان کی اسناد ذکر ہوئی ہیں جو اخبار آحاد کے طریق پر ہیں مگر جو لفظ پڑھا گیا ہے وہ سند کا محتاج نہیں اس لیے کہ وہ مصحف کے موافق ہے جس پر اجماع قائم ہے۔

ابن عاشور نے دس قرائتوں پر اعتماد کیا ہے کیونکہ وہ متواتر ہیں اگرچہ سات کو شہرت مل گئی ہے۔

ان قرائتوں کی اسناد آٹھ صحابہ پر ختم ہوتی ہیں:

1۔عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

2۔ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ،

3۔ وَعَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ،

4۔ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ،

5۔ وَأُبَيٌّ بْنُ كَعْبٍ،

6۔ وَأَبُو الدَّرْدَاءِ،

7۔ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ،

8۔ وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ۔

بعض قرائتیں سب کی جانب اور بعض، بعض صحابہ کی جانب پلٹتی ہیں۔

ابن عاشور کے نظریات کا خلاصہ: نکات کی صورت

الف) قرائتیں دو طرح کی ہیں ایک کا تعلق تفسیر و معنی سے نہیں جیسے ادائیگی حروف و کلمات (امالہ، مد غنہ وغیرھا) اور ایک کا تعلق تفسیر و معنی سے ہے۔

ب) دس قرائتیں مشہور اور متواتر ہیں

ج) متواتر قرائت: جو نبی سے تواتر واجماع سے منقول ہوئی ہو

د) متواتر قرائت خود عربی قواعد جانچنے کا معیار ہے

م) قرائت صحیحہ: جو تواتر سے منقول نہ ہو مگر اس میں تین شرائط (موافقت عربیت، موافق مصحف عثمان اور صحت سند) ہوں۔

ن) شاذ قرائت: جس میں درج بالا شرائط نہ ہوں۔

و) سبعہ احرف والی روایت کو قرائت سے جوڑنا درست نہیں ہے

ھ) اس روایت سے مراد ترتیبِ آیات سورہ ہے جس کی اجازت بعد از عرضہ اخیرہ ختم ہو گئی۔

ی) کیا بعض قرائت کو بعض پر ترجیح دینے سے یہ لازم آتا ہے کہ مرجوح قرائت اعجاز میں کم درجہ رکھتی ہے؟

جواب: کلام کا معجزہ ہونا بلاغت سے ہے اور وہ کلام کا مقتضائے حال کے مطابق ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے تاہم یہ ترجیح دیگر نکات پر اثر انداز ہو سکتی جیسے ایک کلام معجزہ ہے مگر اس کی ایک قرائت میں مبالغہ یا تفنن کا پہلو ہے جبکہ دوسری قرائت میں نہیں سو زائد نکات کی وجہ سے اسے مرجح قرار دیا جائے لیکن دونوں قرائتوں میں کلام معجزہ ہی ہے۔

والسلام

احمد البیلی اور متواتر قرائتیں
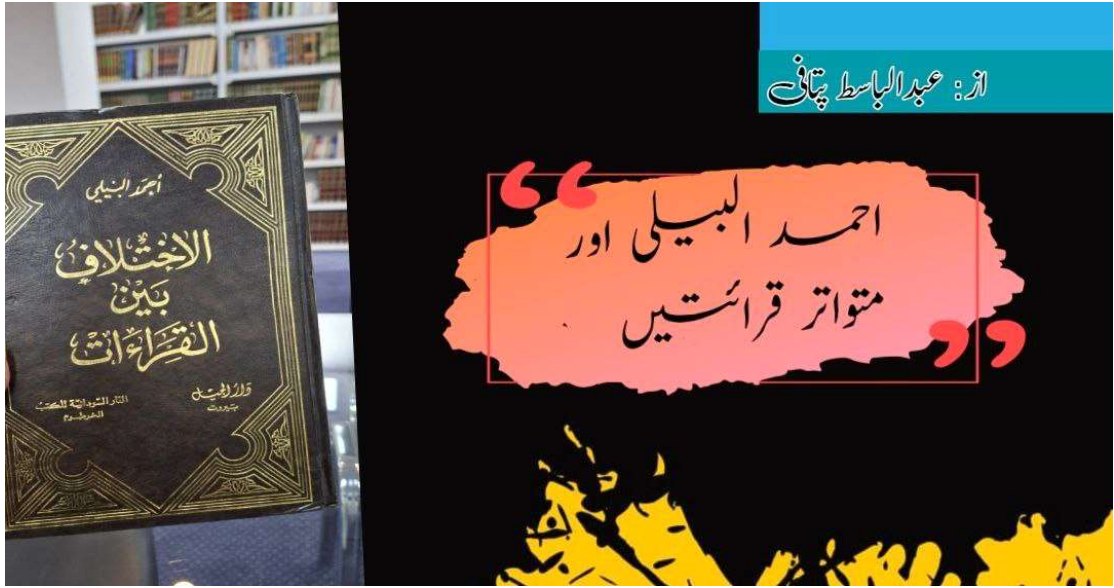
احمد البیلی کی کتاب (الاختلاف بين القراءات) دس فصلوں پر مشتمل ہے جس کا تعارف ہم فیسبک پر کل بھیج چکے ہیں اور اس میں ہم نے کہا تھا کہ ان کی تیسری فصل کا مستقل خلاصہ کریں گے سو آج اس فصل کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں تاہم واضح رہے کہ آپ کے نزدیک دس قرائتیں متواتر ہیں۔

________________-

فصل: متواتر قرائتیں

1۔**تواتر:** خبر متواتر کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک عمومی تواتر اور ایک خصوصی تواتر۔

عمومی تواتر وہ ہوتا ہے جو ہر کسی کے یہاں جم غفیر سے منتقل ہوا ہو مگر خصوصی تواتر کسی ایک خاص طبقے کے یہاں تواتر سے منتقل ہوتا ہے جیسے علمائے نحو کا تواتر کسی نحوی مسئلے میں۔

پس قرائتیں بھی متواتر ہیں مگر یہ خصوصی تواتر سے متعلق ہیں کیونکہ یہ قاریوں کے یہاں نبی سے متواتر پہنچی ہیں۔

علم قرائت میں خبر متواتر: جماعت جماعت سے نقل کرنا کہ جن کا جھوٹ پر ایکا کرنا ممکن نہ ہو اور یہ سلسلہ شروع سے آخر تک یونہی رہے اور اس کی انتہا رسول اکرم ص تک ہو۔

یہ سماعت سے یا براہ راست ہو گا۔

2۔ قرائتوں کا اخذ کرنا

زمانۂ صحابہ سے ہی قرائت ایک خاص انداز سے آگے منتقل ہوئی کہ معلم و متعلم کے ذریعہ قرائت محض یک طرفہ معاملہ نہ تھا بلکہ استاذ پہلے پڑھ کر سناتا اور پھر اپنے شاگرد سے بھی سنتا تا کہ معلوم ہو سکے کہ اس کی گرفت کیسی ہے۔ جبکہ احادیث میں محض شیخ سے سن لینا بھی کافی ہوتا۔

3۔ مقبول قرائت کے ارکان

علماء کے مابین اختلاف ہے کہ قرائتِ صحیحہ کے ارکان کیا ہیں کہ جسے نماز اور نماز کے علاوہ پڑھنا جائز قرار دیا جائے۔

بعض نے درج ذیل تین ارکان قرار دیے ہیں:

الف) عربی زبان سے موافقت

ب) سند کا صحیح ہونا

ج) مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی ایک کے "رسم" سے ہم آہنگ ہونا

مکی بن ابی طالب (ت 437ھ) اور ابن جزری (833ھ) اسی کے قائل ہیں۔

بعض علماء نے سند کے صحیح ہونے کی جگہ متواتر کو رکن مانا ہے اور مصنف بھی اسی کو راجح سمجھتے ہیں۔

☆ قرائت عربی زبان کے موافق ہو لہذا افصح کے موافق ہونا ضروری نہیں

☆"رسم" کے موافق ہونے سے مراد یہ ہے کہ دورِ عثمان میں جن چھ مصاحف کو تیار کر کے مختلف شہروں میں بھیجا گیا تھا، قرائت ان میں سے کسی بھی مصحف کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔

وضاحت: دوسری فصل میں مصنف نے مصاحفِ عثمانیہ پر تفصیلی کلام کیا ہے کہ یہ کل کتنے مصاحف تھے عموما اس میں چار، پانچ، چھ، سات اور آٹھ عدد کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

مصنف چھ مصاحف کو درست سمجھتے ہیں اور اس کے لیے **تین دلائل** دیتے ہیں:

اول: عثمان بن عفان نے ہر مصحف کے ساتھ قاری کو بھیجا لہذا عبد اللہ بن سائب کو مصحف کے ساتھ مکہ بھیجا، مغیرہ بن ابی شہاب کو شام، عامر بن عبد القیس کو بصرہ، ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن حبیب سلمی کو کوفہ اور پانچواں مصحف زید بن ثابت کے حوالے کیا جو مدینہ کے قاری قرار پائے اور چھٹا حضرت عثمان نے اپنے پاس رکھا۔

پس اگر کوئی مصحف مصر، یمن اور بحرین گیا ہوتا تو وہاں کے قاریوں کا بھی ذکر ہوتا۔

دوم: قرائتوں کے مورخین مصاحف کے اختلافات ذکر کرتے ہیں اور ان کا تقابل بھی انہی چھ مصاحف میں منحصر ہوتا ہے سوا گر یمن، مصر اور بحرین کے مصاحف ہوتے تو ان کے اختلافات کا بھی تقابل ہوتا

سوم: دس قرائتوں کے قاری وہاں سے تعلق رکھتے ہیں جہاں جہاں مصاحف گئے لہذا مکہ سے ابن کثیر،

مدینہ سے ابو جعفر ونافع، شام سے ابن عامر، بصرہ سے ابو عمر بن علاء ویعقوب اور کوفہ سے عاصم، حمزہ اور کسائی قاری تھے۔

اور اگر بحرین، مصر و یمن میں مصاحف ہوتے تو وہاں سے بھی کوئی قاری ہوتا اور کہا جاتا اہل بحرین کی قرائت یا اہل یمن کی قرائت۔

4۔ قرائت متواترہ کے ائمہ اور ان کے راوی

ان ائمہ اور ان کے راویوں کا ذکر ہم چھوڑ رہے ہیں کیونکہ ان کا تعارف ایک مستقل تحریر میں کریں گے۔

5۔ قرائت، روایت، طریق اور وجہ میں فرق

ان چار لفظوں کے علمائے قرائت کے یہاں الگ الگ معانی ہیں۔

قرائت: وہ اختلاف جو دس ائمہِ قرائت میں سے کسی ایک کی جانب منسوب ہو

روایت: وہ اختلاف جو قاریوں کے راوی کی جانب منسوب ہو۔

مثلا: عاصم ایک قاری ہیں اور ان سے شعبہ اور حفص نے روایت کی ہے پس اگر حفص اور شعبہ کے درمیان اختلاف ہو تو کہا جائے گا کہ حفص کی روایت لیکن اگر دونوں میں اختلاف نہ ہو تو کہا جائے گا کہ عاصم کی قرائت (کیونکہ یہ قرائت دوسرے ائمہ سے مختلف ہو گی)

طریق: راوی سے اخذ کرنے والوں میں اختلاف ہو تو طریق کہا جائے گا

وجہ: یہ وہ مختلف صورتیں ہوتی ہیں جن میں سے کسی ایک کو بھی منتخب کرنا قاری کے لیے جائز ہوتا ہے

سو وہ جب ان میں سے کسی ایک کو چنتا ہے تو اسے وجہ کہا جاتا ہے۔

جیسے: (عالمین) لفظ میں تین وجہیں ہو سکتی ہیں:

قصر، توسط اور روم و اشمام سے خالی مد مع اسکان

لہٰذا قاری کا کسی کو اختیار کرنا وجہ کہلائے گا۔

6۔ قراءات سیکھنے کا حکم

تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ہر وہ علم جو مسلمانوں کے لیے ضروری ہے اس کا سیکھنا واجبِ کفائی ہے۔

یعنی سب اس واجب سے روگردانی نہیں کر سکتے تاہم کچھ کا اس علم کو سیکھ کر محفوظ کرنا دوسروں سے کفایت کر جاتا۔

پس یہ دس قرائتیں بھی اسی علم میں سے ہیں سو ان کا سیکھنا بھی فرضِ کفایہ ہے۔

7۔ قرائتوں کو ملانے کا حکم

کیا قاری مختلف قاریوں کی قرائتوں کو ملا کر قرآن پڑھ سکتا ہے یعنی کچھ حصہ نافع، کچھ عاصم اور کچھ ابن عامر سے اخذ کر کے قرآن پڑھے؟

اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

مصنف تفصیل کو درست مانتے جو ابن جزری کا نظریہ ہے۔ وہ یہ کہ روایت کے مقام میں جائز نہیں کیونکہ

یہ روایت میں جھوٹ اور اہل درایت کے لیے تخلیط بن جائے گا لیکن تلاوت کی صورت میں جائز ہے۔

8۔ متواتر قرائت کے مخالف چند علماء

جمہور علمائے مسلمین کا ماننا ہے کہ یہ قرائتیں متواتر ہیں تاہم تھوڑے سے علماء بعض قرائتوں کو متواتر نہیں مانتے۔

یا بعض علماء کا متواتر قرائتوں میں غلطی نکالنا یا ایک قرائت کو دوسری پر ترجیح دینا وغیرھا کسی طور درست نہیں جیسا کہ طبری کئی ایک مقامات میں مختلف قرائتوں کو غلط قرار دیتے اور ایک کو دوسری پر فضیلت دیتے ہیں۔ ایسے ہی ابن خالویہ اور زمخشری بھی جو کہ درست نہیں کیونکہ یہ سب قرائتیں متواتر ہیں۔

9۔ مستشرقین کے موقف

انہوں نے قرائت کے حوالے سے مستشرقین کے مواقف کو رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ مصاحف میں نقاط واشکال نہ ہونے کی وجہ سے یہ اختلاف ہوئے گویا قاریوں کا اجتہاد رہا یا کہیں وہ دو قرائتوں میں تضاد و تنافی دکھاتے تو اسے مصنف رد کرتے ہیں۔

والسلام

دکتور محمد سالم اور قرائتیں

ان کی کتاب (القراءات و اثرها في علوم العربية) کا تعارف آگے کتب کے تحت آئے گا۔

آج اس کتاب کے باب اول کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں تاہم یہ واضح رہے کہ ہم ان کی کئی ایک باتوں سے مطمئن نہیں ہیں۔

______________________-

پہلا باب قرائتوں کے حوالے سے ہے جس میں چار فصلیں ہیں

پہلی فصل: قرائتوں کا پھوٹنا

1۔ قرائتوں کی تعریف

قرائت کے لغوی معنی پڑھنے اور تلاوت کے ہیں اور اصطلاح میں قرائت وہ علم ہے جو ادائیگیِ کلماتِ

قرآن کی کیفیت اور الفاظ وحی کے حروف میں اختلاف سے متعلق ہوتا ہے۔

قرآن کے الفاظ نبی سے ہم تک منتقل ہوئے ہیں اور اسی طرح اس کی ادائیگی کی کیفیت بھی منتقل ہوئی ہے۔

2۔ کیا قرآن اور قرائتوں میں فرق ہے؟

سب سے پہلے وہ زرکشی کا کلام لکھتے جہاں انہوں نے اس فرق کی نشاندہی کی ہے اس کے بعد مصنف اس کلام کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

قرآن اور قرائتیں ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں اور یہ چیز ان روایات سے بھی ثابت ہوتی ہیں جہاں رسول اکرم کے لیے سات حروف میں قرآن نازل ہونے کی بات ہوئی ہے؛ کیونکہ قرآن و قرائت دونوں اللہ کی جانب سے نازل کردہ وحی ہیں۔

3۔ قرائتوں کے نزول پر دلیل

ابھی مصنف نے دعوی کیا کہ قرائتیں بھی نازل شدہ ہیں سو ان کے دلائل کیا ہیں؟

سب سے پہلے مصنف قرآن کی حفاظت پر کلام کرتے اور بعد میں دلائل کے طور پر وہ احادیث پیش کرتے ہیں جنہیں ہم (سبعہ احرف) سے جانتے ہیں۔

☆سات حروف سے کیا مراد ہے؟

یہاں مصنف نے کم و بیش دس **اقوال** لکھے ہیں اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ ہر وہ قول لایا جائے جس کا کوئی قائل مل جاتا ہے تاکہ مجہول اقوال متروک کیے جاسکیں اور پھر جس کا قائل جس قدر قدیم ہے

اسے ترتیب میں پہلے رکھا ہے۔

تاہم یہ واضح رہے کہ مصنف کے نزدیک مشہور سات قرائتوں کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں لیکن اس کا تعلق مختلف قرائتوں سے ضرور ہے۔

پہلا قول: قرآن ہر اس لغت میں نازل ہوا ہے جسے عرب بولتے تھے

اس کے قائل: علی بن ابی طالب اور عبد اللہ بن عباس ہیں۔

دوسرا قول: قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے جن میں پانچ ہوازن کے لغت عجز ہیں۔

لغت عجز سے مراد یہ ہیں: سعد بن بکر، جشم بن بکر، نصر بن معاویہ اور ثقیف

قائل: محمد بن سائب کلبی (ت 136ھ)، اعمش (ت 147ھ) اور عبد اللہ بن عباس

تیسرا قول: سات حروف سے مراد سات زبانیں ہیں یعنی قرآن میں جگہ جگہ مختلف زبانوں میں آیات ہیں۔

قائل: ابو عبید القاسم بن سلام (ت 224ھ)

چوتھا قول: سات حروف سے مراد درج ذیل سات معانی ہیں

۱) ایک حرف جس کے معنی ایک مگر نقطوں کا اختلاف جیسے (یعلمون اور تعلمون)

۲) معنی ایک مگر لفظ الگ جیسے (فاسعوا اور فامضوا)

۳) ایک لفظ میں دو الگ قرائتیں کہ موصوف کے معنی بدل جائیں (مالک اور ملک)

۴) ایک حرف دو لغت اور معنیٰ ایک جیسے (رشْد و رشَد)

۵) حرف کا مہموز و غیر مہموز ہونا جیسے (النبي و النبئ)

۶) ثقیل و خفیف جیسے (الاکُل والاکْل)

۷) اثبات و حذف جیسے (منادی و مناد)

قائل: ابو العباس احمد بن واصل

پانچواں قول: سات حروف سے مراد سات مراتب ہیں

قریش، کنانہ، اسد، ہذیل، تمیم، ضبہ اور قیس

قائل: قاسم بن ثابت (302ھ)

چھٹا قول: ہر قوم اپنی اپنی زبان کے اعتبار سے قرآن پڑھ سکتی جیسے ادغام، اظہار، امالہ، تفخیم، اشمام وغیرھا

قائل: ابو محمد بغوی (510ھ)

ساتواں قول: سات حروف سے مراد سات طرح کے اختلافات ہیں

۱) اسماء کا مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر و مونث میں اختلاف

۲) افعال کی تصریف کا اختلاف

۳) وجوہ اعراب کا اختلاف

۴) کمی بیشی کا اختلاف

۵) تقدیم و تاخیر کا اختلاف

۶) ابدال کا اختلاف

۷) لغات جیسے فتح، امالہ، ترقیق، تفخیم وغیرھا کا اختلاف

قائل: ابو الفضل الرازی (ت606ھ)

آٹھواں قول: یہ سات حروف قرآن میں منتشر ہیں جن سے مراد مختلف طرح کی وجوہ ہیں

۱) وہ کلمہ جو ایک دوسرے کی جگہ پڑھے جاسکتے (جیسے: یسیرکم و ینشرکم)

۲) لفظ کا زیادہ ہونا (هو الغني)

۳) حرف کا زیادہ ہونا (من تحتها)

۴) حرف کا دوسری جگہ آنا (ویقول اور و نقول)

۵) حرکات کا بدلنا (فتلقى آدم من ربه كلمات)

۶) تشدید و تخفیف جیسے (تساقط، سین کو مشدد و مخفف)

۷) تقدیم و تاخیر (وقاتلوا و قتلوا اور بعض نے یوں وقتلوا و قاتلوا)

قائل: شیخ ابو الحسن سخاوی (643ھ)

نواں قول: سات حروف سے مراد درج ذیل سات وجوہ ہیں

۱) میم جمع، ھاء ضمیر کو ملانا اور نہ ملانا

۲) ادغام و اظہار

۳) مد و قصر

۴) ہمزہ کی تخفیف و تثبیت

۵) امالہ کرنا اور نہ کرنا

۶) وقف بالسکون اور حرکت کی جانب اشارہ کر کے وقف کرنا

۷) یاء کو فتح دینا، ساکن کرنا، باقی رکھنا اور حذف کرنا

قائل: ابو شامہ (ت 665ھ)

دسواں قول: سات حروف سے مراد سات طرح کے اختلافات ہیں

۱) حرکات میں اختلاف مگر معنی و صورت نہیں بدلیں گے (یحسب، سین پر زبر یا زیر)

۲) حرکات کا اختلاف مگر محض معنی بدلیں گے لیکن صورت وہی رہے گی جیسے (فتلقی آدم من ربہ بکلمات)

۳) حروف میں اختلاف معنی کے تغیر کے ساتھ مگر صورت وہی ہو گی جیسے (تبلو / تتلوا)

۴) حروف کا اختلاف مگر صورت بدلے گی پر معنی وہی ہوں گے جیسے (الصراط / السراط)

۵) حروف اور صورت میں اختلاف جیسے (یأتل / یتأل)

۶) تقدیم و تاخیر کا اختلاف

۷) کمی بیشی کا اختلاف

قائل: محمد بن جزری(833ھ)

مصنف کا تبصرہ: کسی قول کو ترجیح دینے سے پہلے وہ ترجیح کی بنیاد یہ فراہم کرتے ہیں کہ سات حروف میں قرآن نازل کرنے کا مقصد امت کے لیے آسانی وتوسعہ پیدا کرنا تھا سو جس قول سے اس مقصد کی نفی ہو گی وہ رد ہو جائے گا اور وہ ہیں سات سے دس تک والے اقوال باقی پہلے چھ اقوال اس مقصد کے تحت معتبر ومقبول ہیں۔

اور ان چھ میں سے مرجح قول پہلا ہی ہے کیونکہ یہ مختلف قبائل کے لہجوں کو شامل کر رہا ہے اور ہم تک پہنچنے والی قرائتیں بھی اسی نوعیت کی ہیں۔

5۔ متعدد قرائتوں کا سبب

ہر ذی عقل کے لیے اسباب کی تلاش کا راستہ کھلا ہوا ہے اور ہم اپنے تئیں تمام اسباب کا بطور ایجاز ایک سبب پیش کر رہے ہیں کہ کیوں اللہ نے قرآن سات حروف میں نازل فرمایا؟

اس کا سبب امت پر آسانی اور تخفیف ہے۔

اور یہ سبب قرآن کی اس آیت سے بھی ساز گار ہے: (وَلَقَدْ يَسَّرْنَا ٱلْقُرْءَانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ = بے شک ہم نے قرآن کو یاد دہانی کے لیے آسان کر کیا تو کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا)

اور چند ایک روایات بھی اس جانب اشارہ کرتی ہیں۔

6۔ متعدد قرائتوں کے فوائد

متعدد قرائتوں کے فوائد تلاشنا امر اجتہادی ہے اور ہم یہ دعوی نہیں کر رہے کہ ہم نے تمام فوائد بیان کر دیے

وہ چند ایک فوائد درج ذیل ہیں:

۱) شرعی حکم بیان کیا جاسکے (جیسے ولہ اخ و اخت "من ام")

۲) اختلافی احکام میں ترجیح قائم کی جاسکے

۳) دو مختلف احکام میں جمع کیا جاسکے (جیسے یطھرون ھ کی تخفیف و تشدید کے ساتھ)

۴) دو شرعی حکم میں فرق کیا جاسکے (جیسے ارجلکم جر و نصب کی صورت کہ عام حالت میں دھونا اور جوراب کے وقت مسح کا حکم آسکے)

۵) اس حکم کی وضاحت کے لیے جس میں اس کے خلاف مرادلی جاسکتی تھی جیسے (فامضوا الی ذکر اللہ) کیونکہ (فاسعوا) میں مشیت سریع کا ظہور نکل سکتا تھا جبکہ یہ مراد نہیں

۶) برہان و دلیل کا آئینہ ہونا۔ وہ یوں کہ کثرت سے اختلاف کے باوجود تضاد و تناقض نہ ہونا بلکہ اس کی جگہ ایک دوسرے کی تصدیق و تبیین کا پہلو ہونا برہان و دلیل ہے کہ نبی اپنے دعوی میں سچے ہیں

۷) امت کو معانی کے تتبع کے لیے ابھارنا اور اس کی عظمت

۸) اس امت کے لیے اللہ کا عظیم مناقب و نعمت فراہم کرنا

۹) اس امت کی فضیلت اور دوسری امتوں پر شرف بیان کرنے کے لیے

۱۰) قرآن کی حفاظت کے راز کا اظہار کرنا

7۔ یہ قرائتیں کب منظر عام پر آئیں؟

ہم ثابت کر آئے ہیں کہ قرآن کی قرائتیں اللہ کی جانب سے نبی پر نازل ہوئیں اور جب نبی قرآن کو تبدیل کرنے کے مجاز نہیں تو کسی اور کی کیا مجال۔

لیکن پھر بھی یہ سوال قائم ہو گا کہ یہ نبی پر نازل کب ہوئیں؟

اس میں دو قول ہیں:

قول اول: یہ قرائتیں مکہ میں نازل ہوئیں اور روایات اس پر بہترین شاہد ہیں جہاں جبرئیل قرآن لا رہے تو نبی ان سے مزید حروف کا کہہ رہے۔

قول دوم: یہ قرائتیں ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئیں کیونکہ جن صحابہ میں اختلافات ہوئے ہیں وہ مدینہ میں ممکن ہیں۔

مصنف کی رائے

مصنف پہلے قول کو درست سمجھتے ہیں کیونکہ امت کی آسانی کا عنصر وہاں بھی موجود اور پھر قرآن کا خاطر خواہ حصہ مکہ میں نازل ہو چکا تھا اور پھر ہم تک ایسی کوئی دلیل نہیں جو یہ بتا سکے کہ وہ تمام سورتیں دوبارہ مدینہ میں نازل ہوئیں تھیں۔

دوسری فصل: دس قرائتوں کا سات حروف سے تعلق

اس فصل میں وہ یہ بحث کرتے ہیں کہ کیادس قرائتوں کا تعلق ان سات حروف سے ہے ؟

قول اول: یہ دس قرائتیں سات حروف میں سے ایک حرف ہی ہیں۔

پس ان تمام حروف میں قرآن آیا مگر حضرت عثمان کے دور میں قرآن کو ایک حرف میں محدود کر دیا کیونکہ سات حروف میں قرآن کا پڑھنا اجازت تھی کوئی واجب نہ تھا۔

قائل: ابن جریر طبری اور ان کے شاگرد ابو طاہر

قول دوم: دس قرائتوں میں سے بعض سات حروف کا حصہ ہیں اور یہ جمہور کا نظریہ ہے۔

مصنف اسی قول کو درست سمجھتے ہیں۔

اور طبری کا قول اس لیے غلط ہے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ یہ تمام قرائتیں ایک ہی حرف کی جانب پلٹتی ہیں جو زید بن ثابت نے مصحف تیار کیا تھا جبکہ کمی بیشی والی قرائتیں واضح ثبوت ہیں کہ مصحف سے ہٹ کر یہ قرائت ہے۔

تیسری فصل: اہم مصادر جن پر ابن جزری نے اعتماد کیا

اس فصل میں انہوں نے 58 کتابیں درج کی ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔

چوتھی فصل: قاریوں کی تاریخ

اس میں انہوں نے ہر قاری کے مختصر حالات، اس کے راویوں کا ذکر، قاری پر جرح وتعدیل اور ان روایات کی صحت پر استدلال اور ان کے تواتر کی جانب اشارہ کیا ہے۔

ہم مستقل تحریر میں قاریوں کے حالات وغیرہا لکھیں گے۔

والسلام
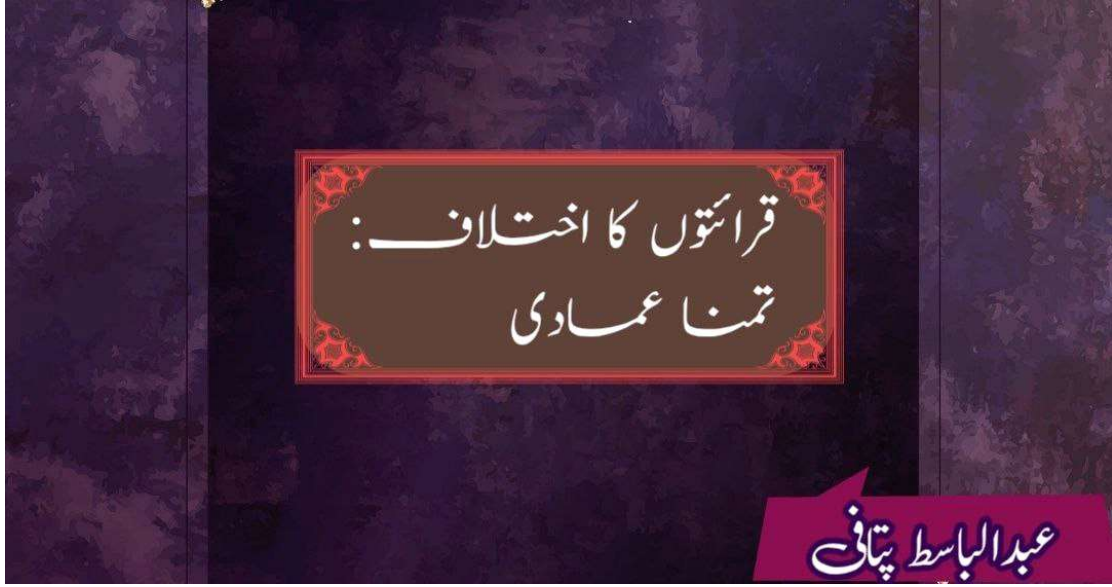
قرائتوں کا اختلاف: تمنا عمادی

علامہ تمنا عمادی پٹنہ کے تھے اور بعد از تقسیم ڈھاکہ ہجرت کی اور زندگی کا آخری دور کراچی میں گزارا اور یہیں وفات پائی۔

آپ منجھے ہوئے ادیب اور پختہ عالم دین تھے۔

آپ کی کتاب (اعجاز القرآن واختلاف قرآت) پانچ سو سے زائد صفحات پر محیط ہے جس میں قرآن کے مختلف اہم حصوں پر بات کی گئی ہے اور چوتھا حصہ محاذِ قرائت کے نام سے ہے۔

اس حصہ میں ابو الاعلی مودودی نے کسی کے سوال قرائت کے جواب میں اپنا نکتہ نظر واضح کیا ہے، انہی جوابات پر علامہ تمنا عمادی گرفت کرتے اور انہیں رد کرتے ہوئے قرائت پر اپنا نظریہ رقم فرماتے ہیں جس کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

1۔ قرائتوں کا اختلاف آزاد کردہ غلاموں اور کوفہ کے شیعوں کی سازش تھا اور یہ کھچڑی انہوں نے پکائی

2۔ سات حروف میں نزول قرآن کی روایات بھی انہی آزاد کردہ غلاموں اور کوفہ کے شیعوں کی گھڑی ہوئی اور وضع کردہ ہیں۔

دلائل

اس دعوی کے دلائل و شواہد وہ یوں دیتے ہیں

الف) اکثر قاری اور ان کے راوی آزادہ کردہ غلام ہیں

ب) قرائتوں کے اکثر اختلافات کوفہ ہی سے جڑتے ہیں

ج) کوئی بھی قاری قریشی نہیں اور نہ مدینہ کا ہے

د) اکثر قاری عجمی الاصل ہیں اور اکا دکا عرب ہیں بھی تو وہ دور دراز علاقوں سے ہیں

و) قرائتوں کے اختلافات کو چوتھی صدی ہجری میں پھیلایا اور ہوا دی گئی جبکہ اس سے پہلے چھپ چھپ کر یہ کھچڑی پک ضرور رہی تھی؛ کیونکہ ابن جریر طبری (ت310ھ) کا کہنا ہے کہ مصحف عثمانی ایک حرف پر جمع کیا گیا اور باقی چھ حروف منسوخ ہو گئے جن کی تفصیل ہم تک نہیں پہنچی۔

لہذا یہ قول بتا رہا ہے کہ طبری تک بھی محض سات حروف کی خبر پہنچی تھی نہ کہ ان اختلافات کی تفصیل سو چوتھی صدی ہجری میں ان اختلافات کو پھیلایا گیا۔

3۔ نقطے اور اعراب کا فتنہ

ابو الأسود دوئلی نے قرآن پر اعراب لگائے اور عبد الملک بن مروان کے دور میں حجاج بن یوسف کے ہاتھوں دو علماء نے اس طرح اعراب لگائے جو آج تک مستعمل و رائج ہیں۔

لہذا اس سے پہلے قرآن نقطوں اور اعراب سے خالی تھا اس لیے اس کے پڑھنے میں اختلافات بھی ہوئے۔

تبصرہ: یہ پورا کلام ہی باطل اور بے بنیاد ہے؛ کیونکہ اس میں چند ایک مسائل ہیں

الف) عربی زبان کے حروف تہجی اس قدر ملتے جلتے ہیں کہ اگر واضع نے وضع کے وقت ان میں تمیز نہ دی ہو تو ان کی شناخت ممکن ہی نہیں ہے جیسے (ب، ت، ث / ح، ج، خ وغیرھا) پر غور کریں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر ان میں نقطے نہ ہوں تو باء کو تاء سے اور دونوں کو ثاء سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

لہذا **عقلی طور** پر واضح ہو جاتا ہے کہ ان حروف کے واضع نے شروع سے ہی نقطے دیے ہوں گے تاکہ حروف ایک دوسرے سے جداگانہ طور پر سمجھ آ سکیں تبھی تو ہمیں سبع معلقات میں اس طرح کے اختلافات نظر نہیں آتے مگر آتے ہیں تو قرائت ہی میں جو آزاد کردہ غلاموں کا فتنہ ہے۔

اس عقلی دلیل کے بعد نقلی دلیل یہ ہے کہ ابن جنی نے اپنی امالی میں بطورِ ثبوت دو شعر نقل کیے ہیں جو بتاتے ہیں کہ عربی رسم الخط کے آغاز ہی میں نقطے تھے، ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

رمتني بسهم نقطت منه جفتني

و إذ نقطت عين تذرف كالغين

مفہوم: محبوبہ نے مجھ کو ایک تیر مارا جس سے میرے پپوٹے پر نقطے جیسا زخم پہنچ گیا اور جب کسی آنکھ پر نقطے جیسا زخم لگا تو وہ ضرور ابر کی طرح آنسو بہانے لگے گی۔

التفات: اس شعر میں عین غین کے لیے نقطہ کا جو استعارہ استعمال ہوا ہے اسے دقت سے دیکھا جائے۔

ب) ابو الأسود دوئلی نقطوں سے پہلے اعراب کیونکر لگائیں گے؟ جبکہ سب سے پہلے نقطے لگانے کا کام ہونا چاہیے کیونکہ اسی وجہ سے زیادہ اشتباہ اور اختلافات کا امکان ہے باقی اعراب و حرکات تو اس کے سامنے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔

ج) دوسرے یہ کہ ملک بن مروان کے دور حکومت میں یہ کام حجاج بن یوسف جیسے ظالم و سفاک کو ملا جس نے دو مجہول علماء کو یہ کام سپرد کیا کہ وہ زبر زیر پیش لگائیں؟

د) اتنے بڑے کام میں صحابہ و تابعین کی جماعت سے نہ مشورہ کیا گیا اور نہ انہیں شامل رکھا گیا بلکہ ابو الأسود دوئلی نے اکیلے اور بعد ازاں دو مجہول علماء نے یہ کام سر انجام دیا۔

لہذا ان تمام کی روشنی میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عربی حروف تہجی میں نقطے نہیں ہوتے تھے اور بہت بعد میں وضع ہوئے ہیں۔

4۔ پھر ابو الأسود دوئلی کا کام کس نوعیت کا تھا؟

اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ کوفہ والوں نے ابن مسعود کے نام پر ایسے مصاحف تیار کرنا شروع کیے جو بغیر نقطوں اور اعراب کے تھے تا کہ فتنہ پھیلایا جائے اور اختلافات کو ہوا دی جائے سو ایسے مصاحف پر ابو الأسود دوئلی نے اعراب لگائے ہوں گے۔

5۔ سوال کا جواب

مذکورہ حصہ کے آخر میں مصنف کو دو خط ملے جن میں کہا گیا کہ نقطے والی تحقیق پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ آج ہمیں کئی ایک مخطوطات اور نسخے ملے ہیں جو اسلام کے ابتدائی ادوار کے ہیں جن میں نقطے اور اعراب نہیں ہیں سو اس سے آپ کا مدعا باطل ہو جاتا ہے؟

اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ واضع نے نقطے پہلے سے وضع کیے ہوں گے کیونکہ عقلی دلیل اس سے روگردانی نہیں کرنے دیتی باقی رہا کچھ مخطوطات کا ملنا تو ہم نے یہ کب کہا کہ وہ ہر حال میں نقطے لگاتے بھی ہوں گے پس بغیر نقطوں کے مخطوطات سے ہمارا مدعا باطل نہیں ہوتا۔

6۔ نقطوں کا جال

دراصل قرآن قولی تواتر سے ثابت ہے اور یہی طریق صحابہ سے لے کر بعد کے زمانوں تک بھی جاری ہے سو اس میں کتابت اور نقطوں کی بحث لانا سراسر ایک دھوکہ ہے۔

7۔ قاریوں کے حالات

ہر قاری پر تفصیل سے کلام کرتے ہیں اور اس پر مختلف طرح سے اعتراضات وارد کرتے ہیں۔

مثلاً کبھی قاری کے شیوخ پر اور کبھی تلامذہ پر اعتراضات وارد کرتے ہیں اور ان کے متعلق بحث کرتے کہ ان کی وثاقت ثابت ہے بھی کہ نہیں جن میں اکثر راویوں اور قاریوں کی وثاقت ہی نہیں ثابت اور کچھ فرضی نام بھی راویوں میں شامل کیے گئے ہیں۔

ہم تفصیل یہاں اس لیے پیش نہیں کر رہے کہ جب ہم قاریوں پر تفصیل سے ایک مستقل تحریر لکھیں

گے تب ان کے اہم اعتراضات کو بھی پیش کر دیں گے۔

8۔ معلموں کا انتخاب

یہ کہنا کہ حضرت عثمان نے اپنے تیار کردہ مصاحف کے مطابق تعلیم دینے کے لیے مختلف شہروں میں قاریوں اور معلموں کو بھیجا، سراسر غلط ہے۔

جیسا کہ مودودی نے کہا کہ مدینہ کے لیے زید بن ثابت اور مکہ کے لیے عبد اللہ بن سائب جبکہ کوفہ کے لیے عبد الرحمن سلمی، شام کے لیے مغیرہ بن شہاب اور بصرہ کے لیے عامر بن عبد القیس کو مقرر کیا گیا۔

یہ بات ان شواہد و دلائل کی روشنی میں باطل ٹھرتی ہے:

الف) مصاحف کے ساتھ قاری معلم بھیجنے کا ذکر بخاری و مسلم جیسی معتبر کتب میں نہیں ہے

ب) جن قاریوں کو بھیجا ہے ان میں کئی ایک سوالات اٹھتے ہیں جیسے زید بن ثابت کو کیونکر مدینے کا قاری منتخب کیا جبکہ وہاں کئی ایک صحابہ موجود رہے ہوں گے اور عبد اللہ بن سائب مکہ کے لیے خود حضرت عثمان نے منتخب کیا تو پھر مکہ و مدینہ کی قرائت میں اختلاف نہ ہوتا جبکہ اختلاف ہے۔

باقی عبد الرحمن سلمی کوفی تھے اور عبد اللہ بن مسعود کے شاگرد تھے بس زیادہ سے زیادہ تابعی تھے۔ کیا کوفہ کے لیے حضرت عثمان کو کوئی صحابی نہیں ملا اور ملا تو ایک کوفی جو شاگردِ ابن مسعود میں سے تھا! جبکہ یہی لوگ تو اختلافات پیدا کر رہے تھے۔

باقی مغیرہ و عامر یہ دونوں نہ صحابی ہیں اور نہ معروف و مشہور تابعی ہیں۔

ان کا ذکر نہ ابن حجر نے کیا ہے اور نہ امام ذہبی نے۔

وضاحت: علامہ تمنا عمادی ان روایات کو بھی درست نہیں سمجھتے جو جمع ابی بکر و جمع عثمان پر دلالت کرتی ہیں۔

اپنی بات: ہمیں علامہ تمنا عمادی کی کئی ایک باتوں سے اتفاق نہیں ہے۔

والسلام

غامدی صاحب کا نظریہ قرائت

جاوید احمد غامدی صاحب عصرِ حاضر کے نمایاں عالمِ دین ہیں جن کی بنیاد میں فکر فراہی کے اصول کارفرما ہیں مگر وہ اپنا زاویہ بھی رکھتے ہیں جس سے ان کی الگ شناخت قائم ہوتی ہے۔

آج ہم بطورِ خلاصہ قرائت پر ان کے نظریہ کو پیش کریں گے۔

قرائت کے موضوع پر یوٹیوب میں ان کی سیریز موجود ہے جہاں انہوں نے نہایت تفصیل اور عمدگی سے اپنی بات کا ابلاغ کیا ہے اور مختلف اعتراضات اور سوالات سے نبرد آزما ہوتے ہوئے اپنے نظریہ کی تثبیت فرمائی ہے۔

مزید ان کا نظریہ میزان اور مقامات میں بھی پڑھا جا سکتا۔

ہمارا خلاصہ انہی تین ذرائع سے مستفاد ہے۔

1۔ قرائت کے لیے غامدی صاحب کل چار ادوار قائم کرتے ہیں

الف) نزول قرآن کا دور قبل از عرضہ اخیرہ

ب) عرضہ اخیرہ (بطور دلیل سورہ قیامت و سورہ اعلی کی آیات پیش کرتے ہیں

ج) صحابہ کا دور

د) تابعین کا دور

پہلے دونوں ادوار میں رسول اکرم نے قرآن کی نئی ترتیب اور قرائت کے حوالے سے تمام تر ذمہ داریاں نبھا دیں اور تیسرے دور میں صحابہ نے اس کام کو حکومتی سطح پر کیا اور حکومتی نسخہ تیار کیا مگر صحابہ میں اختلافات بھی ہوئے جس کا ظہور چوتھے دور میں بھی مزید پھیلا مگر تابعین کے دور میں اعراب و نقاط وغیرہ کا بندوبست ہوا۔

2۔ مختلف قراءات کی وجوہات

غامدی صاحب کل تین وجہیں گردانتے ہیں

الف) مختلف قبائل کے لیے قریش کی زبان میں نازل شدہ قرآن کو اسی لہجہ میں پڑھنا دشوار تھا اس لیے ابتدا میں انہیں اجازت دی گئی

ب) سہوونسیان: قرآن یاد اور حفظ ہونے کے باوجود بھی انسان اس سہوونسیان سے مبرا نہیں سو کچھ لوگ اس وجہ سے بھی غلطی کا شکار رہے

ج) کتابت کے مسائل: قرآن بالآخر سب نے یاد نہیں کیا تھا اور نہ سب کر سکتے تھے سو جن کو پورا یا بعض قرآن یاد نہ تھا وہ اپنی سہولت کے لیے اسے لکھ لیتے تھے مگر پڑھتے وقت وہ اس میں خطا کر جاتے تھے کیونکہ اس وقت املا و کتابت کے بے حد مسائل تھے۔

3۔ قرآن میں تین امور

الف) اس کے الفاظ یعنی عبارات

ب) اس کی قرائت

ج) اس کا لہجہ جو قریشی لہجہ تھا۔

لہجہ سے مراد جیسے پنجابی سندھی لہجہ ہوتا اسی طرح قریشی لہجہ بھی منتقل ہوا۔

4۔ صحابہ کے مابین مصاحف کا اختلاف

ان کا ماننا ہے کہ حضرت عمر اور ابی بن کعب کو در حقیقت دو الگ الگ زاویوں کے نمائندہ کے طور دیکھا

جائے، حضرت عمر کا ماننا تھا کہ وہ اختلافات جو عرضہ اخیرہ سے پہلے تھے ان کا چرچا کرنا یا ان کی تعلیم نہیں ہونی چاہیے اور یہ اپروچ سیاسی قیادت پر مبنی تھی جبکہ ابی بن کعب ان قرائتوں کی تعلیم کے حق میں تھے اور یہ سوچ علماء کی تھی۔ اسی لیے علماء کے یہاں یہ قراءات رائج رہیں

5۔ سات حروف میں قرآن کا نازل ہونا

غامدی صاحب اس حدیث کو اپنے مدعا کے لیے مضر نہیں سمجھتے کیونکہ اس کی دلالت و متن میں کئی ایک مسائل ہیں اور پھر وہ ان روایات کو اپنے نظریہ مطابق اس عہد سے جوڑتے جہاں ابتدائی طور پر مسلمانوں کو اپنے اپنے لہجے میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی۔

پس گویا ان احادیث سے یہ مراد لی جاسکتی

ا) عرضہ اخیرہ سے پہلے مختلف لہجوں میں پڑھنے کی اجازت تھی

ب) پھر یہ اجازت منسوخ ہوگئی (ابو بکر باقلانی و ابن عربی بھی منسوخ مانتے)

ج) نزول سے مراد اجازت

د) حروف سے مراد قبائلی لہجے (ابو محمد بغوی اسی کے قائل)

ھ) سات سے مراد بڑے قبائل

6۔ متعدد قراءات کے ہونے سے کیا مشکل ہوگی؟

اگر ہم قرآن کے متعلق یہ مان لیں کہ وہ متعدد قرائتوں میں نازل ہوا ہے جس کے نتیجہ میں اس کے مفاہیم بدل جاتے ہیں تو ایسی صورت میں قرآن کا میزان و فرقان ہونا بے معنی ہو جاتا جبکہ اللہ تعالی اپنے

رسل پر اسی مقصد کے تحت کتابوں کو نازل فرماتا ہے۔

7۔ ہماری قرائت کو قرائت عاصم کیوں کہا جاتا؟

آپ کے خیال میں عاصم وغیرہ اسی عمومی قرائت پر تھے جو اس وقت رائج تھی اور آج بھی رائج ہے لہذا لہجے کی فنی نزاکتوں (مد، قصر، امالہ، تفخیم، اشام وغیرھا) کو عاصم ہی سے لیا گیا جس کی وجہ سے یہ قرائت ان کے نام سے جانی جاتی۔

یا یوں کہیے کہ اسے قرائتِ حفص اسی لیے کہا جاتا کہ اس کی تلاوت کی فنی نزاکتیں ان سے لی گئی ہیں۔ (اپنی بات: فنی طور پر روایتِ حفص کہنا چاہیے)

8۔ متعدد قرائتیں

عرضہ اخیرہ سے پہلے دی گئی اجازت سے مختلف قرائتوں کی ابتدا تو ہوئی ہو گی مگر بعد میں وضع حدیث کے محرکات کے تحت یہ قرائتیں بھی باعث بنی ہوں گی اور پھر ان قرائتوں کو بے حد فروغ ملا۔

جبکہ یہ قرائتیں آحاد کے طریق سے آئی ہیں اور ان کے کئی ایک راوی ائمہ رجال کے نزدیک مجروح ہیں سو تواتر تو کجا انہیں حدیث کی حیثیت سے بھی قبول نہیں کیا جا سکتا۔

9۔ ضمنی نکتہ

آپ ابن مسعود کے اختلاف کو کہ (معوذتین) دعائیں ہیں کو اس بات سے جوڑتے کہ قرآن اپنے مضمون کے لحاظ سے وہاں تک تمام ہو چکا ہے سو ابن مسعود ان دو سورتوں کو از روئے مضمون دعا کہہ رہے ہیں۔(اپنی بات: یہ بات ان نصوص کے مطابق نہیں جو ہم تک پہنچے ہیں جسے وہ نقل بالمعنی کی وجہ

سے راوی کے خلل سے جوڑتے ہوں گے)

10۔ ضمنی نکتہ

اگر یہ عاصم کی قرائت ہی تواتر سے چلی آئی ہے تو پھر "ضعف" کو سعودی عرب والے "ضَعف" ضاد کی زبر کے ساتھ جبکہ دیگر پیش کے ساتھ کیوں پڑھتے ؟

اس کے جواب میں جناب غامدی صاحب کہتے کہ اس سے معنی میں اختلاف نہیں پڑتا اور پھر یہ اعراب سے متعلق نہیں بلکہ یہ کلمہ کو مختلف انداز میں پڑھنے کا اسلوب ہے جس کی گنجائش اس زبان میں پہلے سے ہے۔

چند ضمنی الجھنیں:

اول: ابی بن کعب کن قرائتوں کی تعلیم کی بات کر رہے تھے ؟

قبائلی لہجوں کے اختلاف والی ؟

سہو و نسیان والی ؟

کتابت کی صورت میں کی گئی غلطیوں والی ؟

یعنی علماء جن کا زاویہ ابی بن کعب کے قول سے سمجھ آتا وہ ان غلطیوں کی تعلیم کیونکر دینے لگے ؟

بلکہ ان آثار میں حضرت عمر نے انہیں متوجہ کیا کہ یہ پرانی قراءات منسوخ ہو گئی ہیں۔

تو اس صورت میں یہ آثار پہلے والے نظریہ کے مخالف ہیں کیونکہ یہ سراسر ابتدائی قرائتوں کو منزل من اللہ مان رہے ہیں۔

ممکن ہے کہا جائے کہ اس اجازت کے لیے ناسخ ہیں (جیسا کہ غامدی صاحب اسے اسی طرح دیکھتے جس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں) تو کیا ابی بن کعب اور دیگر اہل علم اس سے بے خبر تھے؟

تو کیا اس سے قرآن کی قرائت کا تواتر زیر سوال نہیں آ جاتا۔؟

اگر وہ اجازت کے نسخ کو بھی جانتے تھے (جیسا کہ غامدی صاحب کی باتوں سے لگتا) تو وہ محرک کیا تھے کہ وہ ان اختلافات کو آگے پہنچانا چاہتے تھے؟ جبکہ ابی بن کعب اور دیگر اصحاب کا کہنا تھا کہ ہم نے تو رسول ص کے حضور ایسا ہی پڑھا تھا۔

یعنی وہ قبائلی لہجوں کی ترویج چاہتے تھے؟ یا ان لہجوں میں قرآن کی قرائت کو آگے پھیلانا چاہتے تھے تا کہ ان لہجوں میں بھی قرآن کا پڑھنا دوسروں تک پہنچے؟

دوم: عرضہ اخیرہ اور اعلی و قیامت کی آیات سے جناب غامدی کا یہ کہنا کہ

"آپ کو بتایا گیا ہے کہ یہ دوسری قرائت کو جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں مرتب کر دینے کے بعد کی جائے گی اور اس کے ساتھ ہی آپ اس بات کے پابند ہو جائیں گے کہ آئندہ اسی قرائت کی پیروی کریں۔ اس کے بعد اس سے پہلے کی قرائت کے مطابق اس کو پڑھنا آپ کے لیے جائز نہ ہو گا"

اس وہم میں ڈالتا ہے کہ گویا قرآن کی پہلی قرائت خداوند متعال کی جانب سے بھی کچھ مختلف تھی جبکہ حقیقت میں قرآن ہمیشہ ایک ہی قرائت میں نازل ہوا۔

ممکن ہے ان باتوں سے وہ یہ کہنا چاہتے ہوں کہ جو اجازت امت کو تھی اب وہ اجازت نہیں رہی۔

سوم: "ضعف" پر غامدی صاحب کا تبصرہ ان کی اس بات کی نفی کر رہا ہے کہ قرآن سینہ بہ سینہ نقل الکافہ عن الکافہ پہنچا ہے؛ کیونکہ "ضعف" کو جس انداز سے جبرئیل نے پڑھا ہوگا اسی طرح نبی ص کی زبان مبارک سے ادا ہوا ہوگا اور اسی طرح آگے منتقل لہذا یہاں زبان کی گنجائش زیر بحث ہی نہیں بلکہ منزل من اللہ زیر بحث ہے۔

ممکن ہے کہا جائے اس کا تعلق "لہجے" سے ہے تو کیا ضعف کے پڑھنے کا اختلاف قریشی و غیر قریشی لہجہ سے متعلق ہے؟

حوالے

1) قرائت کا اختلاف (یوٹیوب)

2) میزان ص27-32

3) مقامات ص152- 160

والسلام

علمائے امامیہ اور قرائتیں

اہل سنت کے علماء قائل ہیں کہ قرآن کی متعدد قرائتیں اللہ کی جانب سے نازل شدہ ہیں اور وہ رسول اکرم سے ہم تک پہنچی ہیں۔

اس کے برعکس علمائے امامیہ قائل ہیں کہ قرآن ایک حرف میں نازل ہوا ہے یعنی ایک ہی قرائت میں نازل ہوا ہے جبکہ بعض امامیہ کے نزدیک دیگر قرائتیں بھی متواتر اور منزل من اللہ ہیں۔

بہ ہر حال، اکثریت جو قرآن کی ایک قرائت کو اللہ کی نازل شدہ مانتی ہے ان میں سے متقدمین غالبا ان روایات سے استناد کرتے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ قرآن ایک خدا کی جانب سے ایک حرف میں نازل ہوا ہے۔(1،روایت حاشیہ میں)

اس حوالے سے شیخ طوسی رقمطراز ہیں کہ

واعلموا أن العرف من مذهب أصحابنا والشائع من أخبارهم ورواياتهم (أن القرآن نزل بحرف واحد، على نبي

واحد) غير أنهم أجمعوا على جواز القراءة بما يتداوله القراء وأن الإنسان مخير بأي قراءة شاء قرأ۔ (2)

مفہوم: جان لو کہ ہمارے اصحاب کا نظریہ اور ان کے درمیان یہ اخبار و روایات شائع ہیں کہ (قرآن ایک حرف میں ایک نبی پر نازل ہوا ہے) البتہ ان سب کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ متداول قرائتوں میں سے انسان جو چاہے پڑھ سکتا ہے۔"

متاخرین مانتے ہیں کہ قرائتیں متواتر کجا خبر واحد سے بھی حجت نہیں بلکہ سراسر اجتہاد ہیں

جیسے: صاحب جواہر، جواد بلاغی، سید الخوئی، سید صادق الصدر، شیخ ہادی معرفت وغیرھم۔

اختصار کے پیش نظر ان کے اقتباسات نقل نہیں کر رہے تاہم ان میں سے کوئی قرائتوں کو بالجزم اجتہاد تو کچھ اس رائے کو ترجیح کے روپ میں دیکھتے ہیں۔

☆اس کے برعکس بعض کا ماننا ہے کہ یہ متعدد قرائتیں رسول اکرم سے متواتر ہیں۔

سید طباطبائی رقمطراز ہیں:

اختلفوا في أن القراءات السبع المشهورة هل هي متواترة أو لا على أقوال الأول أنها متواترة مطلقا و إن الكل مما نزل به الروح الأمين على قلب سيد المرسلين صلى الله عليه و آله و هو للعلامة في المنتهى و التذكرة و النهاية الإحكام و غاية المأمول و ابن فهد في الموجز و المحقق الثاني في جامع المقاصد و الشهيد الثاني في الروضة و المقاصد العلية و المحدث الحر العاملي في الوسائل۔ (3)

مفہوم: علمائے امامیہ میں اختلاف ہے کہ سات مشہور قرائتیں متواتر ہیں کہ نہیں؟

پہلا قول: یہ مطلقا متواتر ہیں یعنی یہ سب قرائتیں روح الامین کے ذریعہ سے رسول اکرم کے دل پر نازل ہوئیں۔

اس قول کے علامہ حلی اپنی کتاب منتہی، تذکرہ،، نہایہ، ابن فہد موجز میں، محقق ثانی جامع المقاصد میں، شہید ثانی روضہ و مقاصد علیہ میں اور محدث حر عاملی وسائل الشیعہ میں قائل ہیں۔"

ان میں سے شہید ثانی کے قول (یہ سات قرائتیں اللہ تعالی کی نازل کردہ ہیں جو روح الامین کے ذریعہ رسول اکرم کے قلب پر نازل ہوئیں تا کہ امت کے لیے آسانی و تخفیف رہے) کے متعلق شیخ ہادی معرفت کہتے ہیں کہ وہ اپنی رائے سے رجوع کر چکے تھے کیونکہ المقاصد العلیہ کے بعد والی کتب میں انہوں نے ایسی بات نہیں کہی۔(4)

اور محقق ثانی کی عبارت سے ممکن ہے کہ کوئی کہے وہ انہیں قاریوں سے متواتر کی بات کر رہے نہ کہ رسول اکرم سے تواتر کی البتہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ وہی کہنا چاہ رہے جس جانب سید طباطبائی نے اشارہ کیا۔

محقق کرکی لکھتے ہیں کہ

و يمكن أن يستفاد من قوله: (العلامة الحلی: ترك إعرابا) وجوب القراءة بالمتواتر لا بالشواذّ، فقد اتفقوا على تواتر السّبع، و في الثلاث الآخر الّتي بها تكمل العشرة- و هي قراءة أبي جعفر، و يعقوب، و خلف- تردد، نظرا إلى الاختلاف في تواترها، و قد شهد شيخنا في الذّكرى بثبوت تواترها، و لا يقصر عن ثبوت الإجماع بخبر الواحد،

فحينئذ تجوز القراءة بها، و ما عداها شاذ كقراءة ابن محيصن، و ابن مسعود، فلو قرأ بشيء من ذلك عمدا بطلت صلاته۔ (5)

مفہوم: ممکن ہے کہ علامہ حلی کے قول (اعراب کو ترک کرنا) سے یہ مستفاد ہو کہ متواتر قرائتیں واجب ہیں نہ کہ شاذ۔

پس علماء متفق ہیں کہ سات قرائتیں متواتر ہیں اور بعد والی تین (ابی جعفر ،یعقوب اور خلف) میں تردد ہے کیونکہ ان کے تواتر میں اختلاف ہے۔ اور شہید اول نے اپنی کتاب (ذکری) میں ان کو بھی متواتر مانا ہے۔

پس ان قرائتوں کو پڑھنا جائز ہے اور ان کے علاوہ جو شاذ ہیں جیسے ابن محیصن و ابن مسعود کی قرائت وہ جائز نہیں ہیں۔

لہذا اگر کوئی دانستہ ان میں سے کچھ پڑھے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔"

اور علامہ حلی کے استدلال سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان قرائتوں کو رسول اکرم سے متواتر مانتے ہیں۔

لکھتے ہیں کہ

لنا : لو لم تكن متواترة لخرج بعض القرآن عن كونه متواترا كـ (مالِكِ) و (مُلْكِ) وأشباههما ، والتالي باطل فالمقدّم مثله

بيان الشرطيّة : أنّهما وردا عن القرّاء السبعة ، وليس تواتر أحدهما أولى من تواتر الآخر ، فإمّا أن يكونا متواترين ، وهو المطلوب ، أو لا يكون شيء منهما بمتواتر وهو باطل ، وإلّا يخرج عن كونه قرانا ، هذا خلف۔ (6)

مفہوم: اگر یہ قرائتیں متواتر نہ ہوتیں تو قرآن کا بعض حصہ اس کے متواتر ہونے سے خارج ہو جاتا جیسے (مالک) اور (ملک) وغیرھما۔

پس قرآن کے بعض کا تواتر سے نکلنا باطل ہے لہذا یہ بھی باطل ہوا کہ یہ قرائتیں متواتر نہیں ہیں۔

وہ یوں کہ قرآن اور قرائتیں ہم تک سات قاریوں سے پہنچی ہیں لہذا کسی ایک کا تواتر دوسرے سے اولی اور بہتر قرار نہیں دیا جاسکتا یا تو دونوں متواتر ہوں گے جو کہ ہمارا مدعاو مطلوب ہے یا دونوں متواتر نہیں ہوں گی یہ تو باطل ہے اور اگر اس کو متواتر نہ مانیں تو یہ قرآن نہیں رہے گا جبکہ ہمارا فرض ہی یہ ہے کہ یہ قرآن ہے جو تواتر سے منتقل ہوا ہے۔"

اور اس کے علاوہ منتهى المطلب میں مزید یہ دو نکتے لکھتے

الف) اس کا پڑھنا جائز ہے جو مصحف میں متواتر نقل ہوا ہے جسے تمام لوگ پڑھ رہے ہیں۔ اور مصحف

ابن مسعود پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ قرآن تواتر ہی سے ثابت ہو سکتا اور مصحف ابن مسعود تواتر سے ثابت نہیں، پس اگر اس کے مطابق قرائت کی تو نماز باطل ہو جائے گی جبکہ بعض نماز کو درست سمجھتے ہیں۔

ہمارے خیال میں ایسی قرائت باطل ہے کیونکہ یہ غیر قرآن ہے سو مجزی نہیں۔

ب) سات قرائتوں میں سے جو چاہے پڑھے کیونکہ یہ سب متواتر ہیں اور شاذ قرائتیں جائز نہیں ہیں چاہے ان کی روایت متصل ہی کیوں نہ ہو کیونکہ وہ متواتر نہیں۔

اور مجھے عاصم کی قرائت از روایت ابی بکر بن عیاش اور ابو عمرو بن علاء کی قرائت پسند ہے۔

اور یہ دونوں حمزہ و کسائی کی قرائتوں سے بہتر ہیں کیونکہ ان دونوں (حمزہ و کسائی) میں ادغام، امالہ، زیادتی مدہ کا تکلف پایا جاتا ہے۔ اور ان میں سے کسی کو بھی نماز میں پڑھنے سے نماز درست قرار پائے گی۔(7)

لیکن یہاں ایک سوال ہو گا کہ یہ علماء ان روایات کو کیسے حل کرتے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ قرآن ایک حرف میں نازل ہوا ہے؟ جیسا کہ ہم متقدمین کے یہاں ان روایات کو بطور استدلال دیکھ چکے ہیں۔

ان دونوں چیزوں کو شیخ حر عاملی نے یوں جمع کیا ہے:

إنه لا يستحيل عقلاً و لا نقلاً كون هذه القراءات متواترة عن النبي كما صرح به علماء الخاصة والعامة وكثيراً مما أورده سابقاً شاهد عليه،

وذلك إما أن يكون نزل على وجه واحد ثم جوز النبي بأمر من الله الوجه الآخر أو الباقي

أو قرأ بكل واحدة مرة أو جبرئيل قرأ كذلك

ولا ينافيه نسبة القراءة فإنها بسبب الاختصاص والاختيار والإضافة صادقة بأدني ملابسة ولا ينافي ذلك تواترها قبله و في زمانه و بعده و لا يلزم حرف غالباً مع كثرة القراءات ولا ينافي ذلك قراءة نصف القرآن بحذف البسملة فإن ذلك مستثنى بإجماع أصحابنا و نصوصهم على عدم جواز تركها في الصلاة۔

فما المانع من أن يكون تواتر عن النبي قراءتها تارة و تركها في غير الصلاة أخرى دلالة و نصاً منه على الحكمين فاختلف القراء في الاختيار ؟

وقد عرفت سابقاً أن الإمامية روت أن القرآن نزل على سبعة أحرف و روت أيضاً أنه نزل بحرف واحد، والجمع ممكن بأن يكون نزل على حرف واحد و نزل أيضاً أنه يجوز القراءة بسبعة أحرف فيصدق الخبران من غير منافاة

شیخ حر عاملی کی رائے کے نکات:

الف) نبی اکرم سے متعدد قرائتوں کا متواتر ہونا عقلا و نقلا محال نہیں

ب) علمائے خاصہ وعامہ کی اس پر صراحتیں ہیں

ج) میں بھی اس سے پہلے شواہد لا چکا ہوں

د) محال نہ ہونے کی وجہ:

☆ قرآن ایک حرف میں نازل ہوا ہو گا مگر رسول اکرم نے بعد میں حکم خدا سے اجازت دی ہو گی۔

☆ یا ہر قرائت کو آپ ص نے ایک بار پڑھا ہو گا یا جبرئیل نے ایک بار پڑھایا ہو گا

ھ) قرائتوں کی نسبت قاریوں کی جانب بھی کوئی مشکل نہیں رکھتی کیونکہ انہوں نے ان قرائتوں کو اختیار کیا اور اس کے ساتھ مختص ہوئے سو ان سے منسوب ہوئیں۔ پس نسبتوں کی وجہ سے قاریوں سے

پہلے اور بعد کے زمانوں کا تواتر نہیں ٹوٹے گا

و) یہ بھی منافی نہیں کہ کچھ قرائتوں میں بسملہ حذف ہے کیونکہ یہ ہمارے اصحاب کے اجماع سے مستثنیٰ ہے اور نصوص ہیں کہ اسے نماز میں ترک کرنا جائز نہیں۔

ی) پس امامیہ کے یہاں مروی ہے کہ قرآن سات حرف میں نازل ہوا اور کچھ میں ہے کہ ایک حرف میں نازل ہوا ہے جن کو یوں جمع کیا جاسکتا کہ پہلے ایک حرف میں نازل ہوا پھر سات میں پڑھنے کی اجازت نازل ہوئی۔"

نماز میں قرائت

اکثر علمائے امامیہ کا ماننا ہے کہ نماز میں متعدد قرائتوں میں سے کسی ایک کو پڑھنے کی اجازت ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کون سی قرائتیں پڑھنا جائز ہے؟

بعض کہتے کہ وہ قرائتیں جو ائمہ کے دور میں رائج ہوں

بعض نے سات مشہور تو کسی نے دس قرائتوں کو جائز مانا ہے۔

اور جواز پر مختلف دلائل میں سے ایک دلیل درج ذیل قسم کی روایات ہیں ہم بطور مثال دو روایات لکھ رہے ہیں

پہلی روایت: عَنْ سُفْيَانَ بْنِ السِّمْطِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع- عَنْ تَنْزِيلِ الْقُرْآنِ قَالَ اقْرَءُوا كَمَا عُلِّمْتُمْ(9)

مفہوم: سفیان بن سمط کہتے میں نے امام صادق سے قرآن کی تنزیل کا پوچھا تو آپ نے فرمایا: ویسے پڑھو

جس طرح تم لوگوں کو سکھایا گیا ہے۔

دوسری روایت:

عَنْ سَالِمِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: قَرَأَ رَجُلٌ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع وَ أَنَا أَسْتَمِعُ حُرُوفاً مِنَ الْقُرْآنِ لَيْسَ عَلَى مَا يَقْرَأُهَا النَّاسُ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع كُفَّ عَنْ هَذِهِ الْقِرَاءَةِ اقْرَأْ كَمَا يَقْرَأُ النَّاسُ حَتَّى يَقُومَ الْقَائِمُ ع فَإِذَا قَامَ الْقَائِمُ ع قَرَأَ كِتَابَ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَى حَدِّهِ وَ أَخْرَجَ الْمُصْحَفَ الَّذِي كَتَبَهُ عَلِيٌّ۔ (10)

مفہوم: سالم بن سلمہ کہتے کہ ایک شخص امام صادق کے حضور قرآن پڑھ رہا تھا اور میں نے ایسے حرف سنے جو اس میں نہیں تھے جیسا لوگ پڑھتے تھے تو حضرت جعفر صادق نے فرمایا:

اس قرائت سے رک جاؤ! ایسے پڑھو جیسے لوگ پڑھتے ہیں یہاں تک کہ قائم ع قیام فرمائیں گے اور جب قائم قیام کریں گے تو اللہ کی کتاب کی اس کی اصل حد میں قرائت کریں گے اور وہ مصحف نکالیں گے جسے علی ع نے لکھا تھا۔۔(روایت کا اگلا حصہ ترک کر رہے)۔

تاہم محمد جواد بلاغی نے ان روایات کی تفہیم یوں کی ہے جو درست بھی ہے کہ اس سے مراد یہی قرائت ہے جو اس وقت بھی عام تھی اور جو آج بھی عام ہے۔

پس اسی قرآن کی اصل قرائت کے لیے ائمہ ع نے کہا ہے کہ جیسے پڑھایا گیا ہے یا جیسے سب پڑھ رہے ویسے پڑھو اس کا مطلب یہی تھا کہ جو عام و مروج ہے اور وہی حقیقی قرائت ہے۔(11)

ان تمام باتوں سے یہ نکات اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ اکثر علمائے امامیہ قرآن کو ایک حرف میں نازل مانتے ہیں

۲۔ علمائے امامیہ کے یہاں ان قرائتوں کا تواتر ثابت نہیں اور بعض انہیں قاریوں کا اجتہاد مانتے ہیں

۳۔ متقدمین ان روایات سے استناد کرتے ہیں جن میں ائمہ نے کہا ہے کہ قرآن ایک حرف میں نازل ہوا ہے

۴۔ متاخرین میں بعض علمائے امامیہ ان قرائتوں رسول اکرم ص سے متواتر مانتے ہیں

۵۔ کم وبیش سبھی علمائے امامیہ نماز میں مختلف قرائتوں میں سے کسی بھی قرائت کے پڑھنے کو جائز مانتے ہیں

حوالے

1۔الكافی ج2 ص 630

عن الفضيل بن يسار قال: قلت لأبي عبد الله (عليه السلام): إن الناس يقولون: إن القرآن نزل على سبعة أحرف، فقال: كذبوا أعداء الله ولكنه نزل على حرف واحد من عند الواحد

فضیل بن یسار کہتے میں نے امام صادق ع سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے۔

تو آپ ع نے فرمایا: وہ دشمن خدا جھوٹ بولتے ہیں، قرآن تو ایک خدا کی جانب سے ایک حرف میں نازل ہوا ہے۔

2۔ مقدمة التبيان

3۔ مفاتيح الاصول ص 322

4۔ التمهيد في علوم القرآن ج2، ص57

5۔ جامع المقاصد ج2 ص246

6۔ نهاية الوصول ج1 ص339

7۔ منتهى المطلب ج5، ص 64

8۔ تواتر القرآن ص107

9۔ الكافي،ج2،ص631

10۔ الكافي ج2، ص633

11۔ آلاء الرحمن ج1 ص30
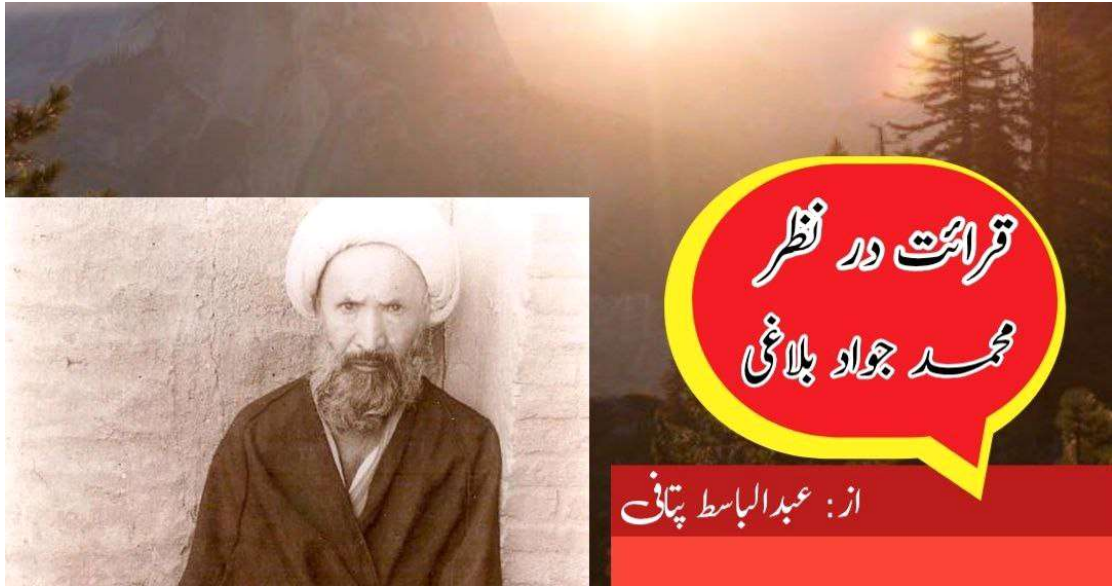
قرائت در نظر محمد جواد بلاغی

اپنی معروف کتاب (آلاء الرحمن) کی پہلی جلد میں فصل سوم کو قرائت سے خاص کرتے ہیں۔

اور یہ محض تین صفحات ہیں مگر اس میں نہایت قیمتی نکات درج ہیں۔

ہم قرائت کے متعلق ان کے نظریہ اور زاویہ فکر کو نکات کی صورت پیش کر رہے ہیں۔

۔______________________

1۔ قرآن مسلمانوں کے درمیان نسل بعد نسل تواتر سے منتقل ہوا ہے جس کا ہر مادہ، صورت اور قرائت بھی اسی طرح پہنچی ہے۔ بس کوئی بھی چیز اس کی عظیم متداول صورت کو ماند نہیں کر سکتی۔

2۔ قرائتوں کا اختلاف کلمات کی کمی بیشی سے نہیں بلکہ محض چند کلمات سے ہے

3۔ یہ سات قرائتیں ہم تک اخبار آحاد سے پہنچی ہیں جو یقین واطمینان کا موجب نہیں

4۔ ان قرائتوں میں کبھی تعارض و تنافی ملتا تو کبھی یہ مسلمانوں کے یہاں متداول "رسم" کے مخالف بھی ہوتی ہیں۔

5۔ کسی ایک قاری کی وثاقت وعدالت تک ثابت نہیں ہے اور یہی حال اکثر ان راویوں کا بھی ہے جنہوں نے یہ قرائتیں ہم تک نقل کی ہیں۔

6۔ ایک قاری کی قرائت میں دوراویوں کا اختلاف بھی مل جاتا جیسے عاصم سے حفص اور شعبہ نے روایت کی ہے مگر دونوں میں اختلاف ملتا اور ایسے ہی نافع سے ورش و قالون کے نقل کرنے میں وغیرھا۔

7۔ ان قرائتوں کا کوئی اعتبار نہیں اور پھر ہم شیعوں کو تو ائمہ نے حکم دیا ہے کہ وہی قرائت کرو جو عام مسلمانوں میں رائج ہے

8۔ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ یہ سات یا دس قرائتیں عرب کی ہیں اور ان کے یہاں کلمات کو مختلف ادا کرنے اور لکھے ہوئے کو الگ الگ پڑھنے کے امکانات ہیں سو اس کے غلط ہونے کی کوئی بات نہیں۔

یہ بات درست نہیں؛ کیونکہ ہم قرآن کی اسی قرائت کے پابند ہیں جو رسول پر وحی ہوئی اور نزول کے

وقت جس سے خطاب کیا گیا اور وہ ایک ہی تھی۔ پس قرآن کی قرائت کوئی لغت کے معجم نہیں کہ ہر طرح سے ادا کرنے کی مشق کی جائے۔

☆سبعہ احرف (سات حروف والی روایات)

یہ روایات جن میں کہا گیا ہے کہ قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے نا قابل اعتبار اور کمزور ہیں۔

الف) کیونکہ اس روایات سے کیا مراد ہے اس پر سیوطی 40 اقوال لائے ہیں جو کہ ان روایات کے اضطراب کی جانب واضح اشارہ ہے۔ یہ روایت اپنے معنی و لفظ دونوں میں مضطرب ہے۔

ب) کچھ روایات میں کہا گیا ہے کہ سات حروف سے مراد سات ابواب ہیں: جیسے امر، زجر، حلال، حرام، محکم و متشابہ اور امثال۔

مگر کچھ روایتیں سات دوسرے ابواب گنواتی تو کچھ میں چار ابواب تو کچھ میں دس ابواب گنوائے گئے ہیں

ج) کچھ روایات میں ہے کہ سات حروف سے مراد اس کے متبادل الفاظ لانا ہے مگر عذاب والی آیت رحم اور رحم والی عذاب نہ بن جائے۔

جبکہ یہ روایات قرآن کی تلاوت سے کھلواڑ کر رہی ہیں۔

د) کچھ روایات ایسی ہیں جو سات قرائتوں کو مقطوع کر دیتی ہیں جیسے انباری نے مصاحف میں سند سے عبدالرحمن سلمی سے روایت کی کہ آپ نے کہا کہ ابو بکر، عمر، عثمان، زید بن ثابت، مہاجرین اور انصار سب ایک ہی قرائت پر تھے۔

اسی طرح (مالک یوم الدین) پر اتحاد مروی ہے۔

ھ) طرقِ شیعہ میں تو ایسی روایات مذکور ہیں جو فیصلہ کن ہیں کہ قرآن ایک ہی حرف میں نازل ہوا تھا اور یہ اختلافات راویوں کی جانب سے ہے۔

والسلام
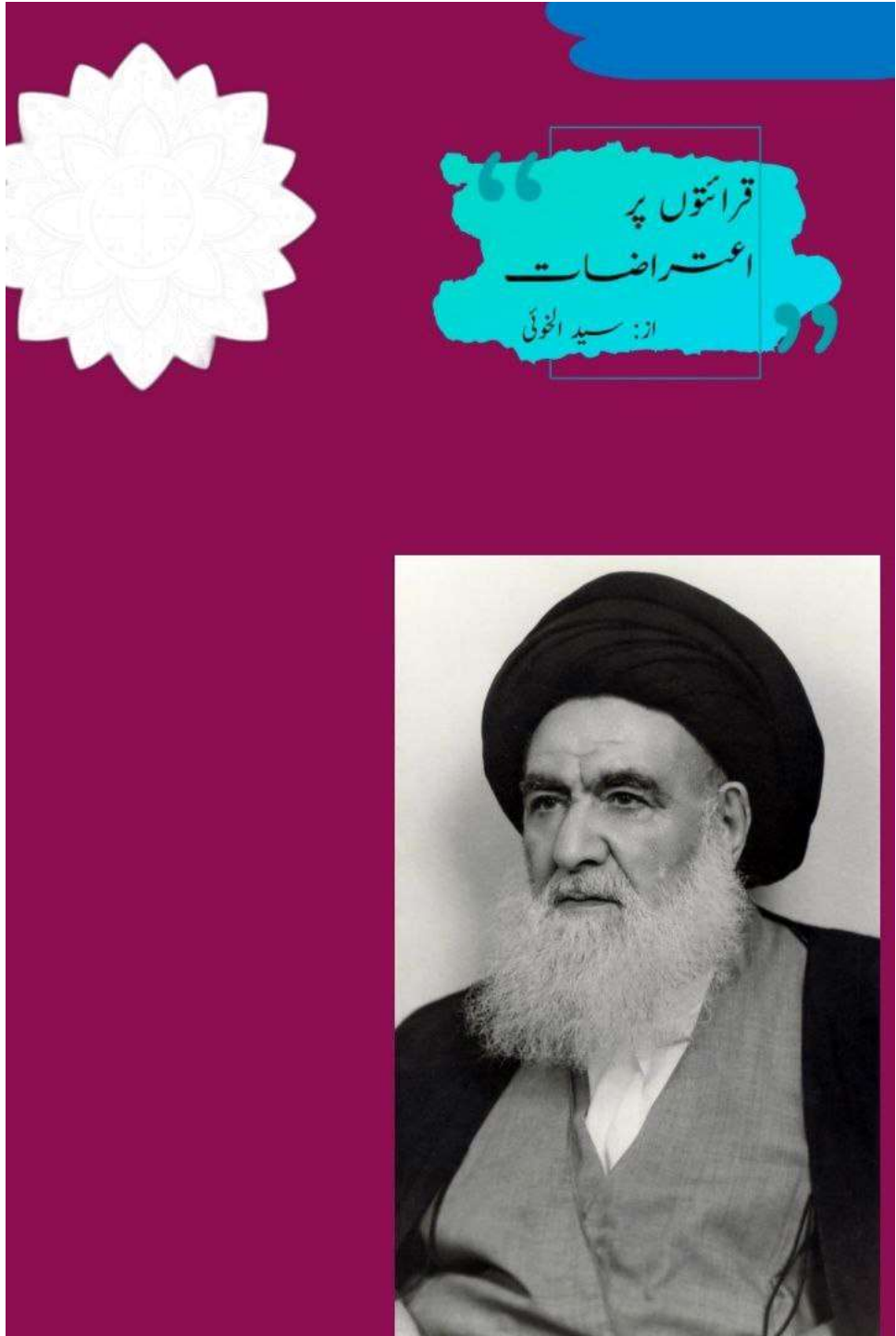
قرائتوں پر اعتراضات

سید الخوئی اپنی معروف کتاب(البيان في تفسير القرآن) میں قرائت پر گفتگو فرماتے ہیں۔

کم و بیش70 صفحات پر مشتمل یہ بحث نہایت عمدہ اور قابل مطالعہ ہے۔

اس میں کل تین مبحث (قاریوں کے بارے، قرائت اور سبعہ احرف) ہیں۔

آج پہلے دو مبحث کے نکات پیش کر رہے ہیں۔

☆ قاریوں کے بارے

اس مبحث میں انہوں نے دس قاریوں کا تعارف، ان کا ثقہ و ضعیف ہونا اور ان کے راویوں کے متعلق لکھا ہے۔

کم و بیش اس پورے مبحث سے وہ دو چیزیں ثابت کرتے ہیں

الف) قرائتیں خبر واحد سے منتقل ہوئی ہیں

ب) کئی ایک راوی ثقہ نہیں سو یہ اخبار آحاد کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتیں

☆ نظرۃ فی القراءات

سید الخوئی کا ماننا ہے کہ قرآن اگر تواتر سے ثابت ہو گا تو مانا جائے گا اور اسی طرح اسی کی قرائت بھی تواتر سے ثابت ہو گی تو ہی قابل قبول ہو گی اور یہ مختلف قرائتیں متواتر نہیں ہیں کیونکہ ؛

ا) راویوں کے حالات کا استقراء کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرائتیں ہم تک اخبار آحاد سے منقول ہوئی ہیں اور کچھ راوی تو ثقہ بھی نہیں

۲) وہ طرق واسناد جن میں قاریوں سے روایات لی گئی ہیں ان میں تدبر سے یہ واضح ہو جاتا کہ راویوں تک بھی یہ قرائتیں خبر واحد سے پہنچی ہیں

۳) قرائتوں کی اسانید کا خود قاریوں سے ملنا اس کے تواتر کو ختم کر دیتا ہے کیونکہ اگر قبل وبعد از قاری تواتر مان بھی لیا جائے تب بھی ہر قرائت کا قاری خود بھی راوی ہوتا ہے سو اس ہر طبقے میں تواتر کی جگہ ایک طبقہ میں محض قاری کا ہونا تواتر کی لڑی کو توڑ دیتا ہے۔

۴) ہر قاری اور اس کے متبعین کا اپنی قرائت پر احتجاج اور دوسرے کی قرائت سے روگردانی کرنا قطعی دلیل ہے کہ یہ قرائتیں اجتہاد ہیں نہ کہ نبی سے تواتر کے ساتھ منقول کیونکہ نبی سے متواتر منقول سے کوئی مسلمان کیسے روگردانی کر سکتا (سید خوئی اجتہاد کو راجح مانتے)

۵) کئی ایک محققین کا مختلف قرائتوں کو نہ ماننا یقینی قرینہ ہے کہ سب قرائتیں متواتر نہیں ہیں جیسے طبری ابن عامر کی اور احمد بن حنبل نے حمزہ کی قرائت کا انکار کیا۔

تصریحات بر عدمِ تواتر

اس کے بعد سید الخوئی قریبا دس اقتباسات نقل کرتے ہیں جن میں مختلف علمائے اہل سنت نے تمام قرائتوں کے متواتر ہونے کی نفی کی ہے۔

ادلہ بر تواترِ قراءات

جو قائل ہیں کہ قرائتیں متواتر ہیں یہاں ان کے ادلہ اور سید الخوئی کا رد مختصرا پیش کریں گے۔

1۔ سلف سے خلف تک ان قرائتوں پر اجماع قائم ہے

رد: اجماع کے دعوی کا فساد ہماری گزشتہ گفتگو سے واضح ہو چکا۔

2۔ صحابہ و تابعین کا قرآن کا اہتمام کرنا قرائت کے متواتر ہونے کو بھی ثابت کرتا ہے

رد: یہ دلیل محض قرآن کے تواتر کو ثابت کرتی ہے نہ کہ قرائت کے۔

اگر یہ مان لیا جائے تو پھر تمام قرائتوں کو متواتر ہونا چاہیے جبکہ ہم ثابت کر چکے کہ تمام قرائتوں کو متواتر نہیں مانا جاتا بلکہ ان میں سے ہمیشہ بعض کو منتخب کیا جاتا ہے۔

3۔ اگر یہ سات قرائتیں متواتر نہ ہوں تو پھر قرآن کا متواتر ہونا ثابت نہیں ہو گا جبکہ قرآن تواتر سے ثابت ہے لہذا یہ قرائتیں بھی متواتر ہیں۔

رد:

الف) قرآن کا متواتر ہونا قرائتوں کے تواتر کو مستلزم نہیں ہے؛ کیونکہ کسی کلمہ کی ادائیگی کا اختلاف شے دیگر ہے اور اس کلمہ کا ثابت ہونا الگ چیز۔ پس کلمہ کی اصل اور جڑ متفق علیہ ہے اور اختلاف اس کی پڑھت میں ہے جو راویان کی جانب سے آیا ہے۔

ب) ہمارے پاس قاریوں کے توسط سے ان کی قرائتیں پہنچی ہیں جبکہ قرآن مسلمانوں کے تواتر و اجماع سے ہم تک منتقل ہوا ہے۔

4۔ اگر قرائتیں متواتر نہ ہوں تو قرآن کا بعض حصہ غیر متواتر ہو جائے گا جیسے (مالک) پڑھنا کہ (ملک) وغیرھا۔

رد:

الف) اس دلیل کا تقاضا ہے کہ تمام قرائتیں متواتر ہوں اور سات قرائتوں میں منحصر کرنا باطل ہونا چاہیے اور تمام قرائتوں کا تواتر سے ثابت ہونا بدیہی طور پر باطل ہے۔

ب) قرآن کے کلمات وغیرھا ثابت ہیں اور قرائتوں کا اختلاف اس کی ادائیگی کا ہے پس یہ خلط ملط اس لیے ہوتا جب کلمہ کی اصل اور اس کے اعراب وہیئت میں تمیز نہیں کی جاتی۔

☆قرآن و قرائت

کیا قرآن اور قرائتیں دو الگ الگ حقیقتیں ہیں؟

سید الخوئی کا ماننا ہے کہ قرآن ایک الگ حقیقت ہے اور قرائتیں ایک دوسری حقیقت کا نام ہیں؛ کیونکہ قرآن ہم تک مسلمانوں کے تواتر سے پہنچا ہے اور وہ لوگوں کے سینوں اور مصحف میں ثبت رہا ہے جبکہ قرائتوں کا اختلاف تو اجتہادی نوعیت کا ہے۔

پھر وہ زرکشی کا قول لاتے جہاں انہوں نے قرائتوں اور قرآن کو الگ الگ شمار کیا ہے۔(زرکشی کی رائے کا خلاصہ ہم شائع کر چکے ہیں)

☆قرائتیں اور سات حروف

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ روایات میں جن سات حروف میں قرآن کے نزول کا کہا گیا ہے وہ یہی سات قرائتیں ہیں جبکہ یہ محض توہم اور سراسر غلط ہے۔

اس کے بعد سید الخوئی مختلف محققین کا کلام پیش کرتے جنہوں نے صراحت سے نفی کی ہے کہ سات حروف سے مراد یہ سات قرائتیں نہیں ہیں۔

اور پھر یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ ان قرائتوں کو سات تک محدود ابن مجاہد نے کیا تھا جو چوتھی صدی ہجری کے ہیں۔

☆ قرائتوں کی حجیت

بعض کا کہنا ہے کہ یہ قرائتیں حجت ہیں اور ان سے شرعی احکام ثابت ہو سکتے ہیں

جیسے (ولا تقربوهن حتى يطهرن) کو تشدید کے ساتھ پڑھا گیا تو اس سے یہ حکم اخذ کیا جاتا کہ حائض کے ساتھ پاکی کے بعد اور غسل سے پہلے وطی کرنا جائز نہیں۔

رد: سید الخوئی کا کہنا ہے کہ یہ قرائتیں حجت نہیں ہیں اور نہ ان سے شرعی حکم پر استدلال کیا جا سکتا ہے؛ کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں قاری کے غلط اور مشتبہ ہونے کا احتمال ہے اور عقل و شرع اس سے روکتی ہے؛ کیونکہ یقین حاصل نہیں ہوتا۔

جواب: یہ قرائتیں اس لیے حجت ہیں کیونکہ یہ خبر واحد سے ہم تک پہنچی ہیں اور خبر واحد دلائل قطعیہ کی روشنی میں حجت ہے پس یہ بھی حجت ہیں۔

رد: سید الخوئی اس جواب کو تین نکات میں رد کرتے ہیں

الف) قرائتوں کا روایت و منقول ہونا واضح نہیں ہے، قوی امکان ہے کہ یہ قاریوں کے اجتہادات ہوں اور اس احتمال کو مزید تقویت بعض اعلام کی تصریحات سے ملتی ہے اور جب ہم ان اختلافات اور ان مصاحف کو دیکھیں جو نقاط و اشکال سے خالی تھے تو یہ احتمال مزید تقویت پاتا ہے۔

ب) قرائتوں کے تمام راویوں کی وثاقت ثابت نہیں لہذا یہ خبر واحد کی حجت کے ادلہ میں شامل نہیں

ج) اگر ہم مان لیں کہ یہ تمام قرائتیں مستند روایات سے ہیں اور تمام راوی ثقہ بھی ہیں تب بھی ہمیں علم اجمالی ہے کہ بعض قرائتیں نبی سے صادر نہیں ہوئیں سواب تعارض کی صورت میں بعض روایات بعض کی تکذیب کر رہی ہیں تو تمام کی حجیت ساقط ہو جائے گی اور بعض کو معتبر گردانا ترجیح بلامرجح ہو گا۔

واضح رہے کہ مختلف قرائتوں میں دلالت کے طور پر ایسے اختلافات ہیں جو آپس میں متضاد معانی کے حامل ہیں جبکہ تضاد و تنافی کا اللہ سے صدور محال ہے سو یہاں سے علم اجمالی حاصل ہو جاتا کہ تمام قرائتیں نبی سے صادر نہیں ہوئیں۔

☆ نماز میں قرائت کا جواز

شیعہ و اہل سنت کے جمہور علماء کا ماننا ہے سات قرائتوں میں سے کسی بھی قرائت کو نماز میں پڑھنا جائز ہے۔

سید الخوئی: اولین قاعدہ کے طور پر دیکھا جائے تو جو بھی قرائت نبی سے ثابت نہیں اس کا نماز میں پڑھنا بھی جائز نہیں؛ کیونکہ نماز میں قرآن کی قرائت واجب ہے اور کسی شے کی قرائت اسے قرآن نہیں بناتی پس عقلی طور پر ضروری ہے کہ انسان کو یقین ہو کہ یہ قرآن کی قرائت ہے۔

لیکن معصومین ع کی طرف سے جو قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ شیعوں کو رخصت و اجازت ہے کہ وہ رائج قرائتوں میں سے جو پڑھنا چاہیں پڑھیں تاہم سات یا دس میں منحصر کرنا ضروری نہیں اور شاذ و موضوعہ قرائتیں اس سے خارج ہیں۔

نتیجہ: پس ہر وہ قرائت جو معصومین ع کے دور میں رائج تھیں اسے نماز میں پڑھنا جائز ہے۔

اپنی بات

یہاں چند الجھنیں پیدا ہوتی ہیں:

1) سید الخوئی نے قرائت کی اسناد میں یہ بحث نہیں کی کہ کیا یہ اسناد تشریفیہ ہو سکتیں کہ نہیں

2) سید الخوئی نے قرآن کے تواتر ہونے میں کسی بھی ایک قرائت کے تواتر کا نہیں بتایا جس سے وہم گزرتا ہے گویا قرآن لکھا ہوا منتقل ہوا ہے جبکہ وہ یاد کر کے منتقل ہوا جس کالازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کی کوئی ایک قرائت رہی ہو گی

تاہم واضح رہے سید ڈاکٹر محسن نقوی جو سید الخوئی سے اجازہ اجتہاد لینے والے تلمیذ ہیں ان کا کہنا ہے کہ سید الخوئی کسی بھی قرائت کے تواتر کے قائل نہ تھے اور جب ہم سید کی رائے پڑھتے ہیں تو یہ بات درست بھی معلوم ہوتی ہے۔

3) نماز میں قرائت کو ائمہ کیسے جائز قرار دے سکتے جبکہ وہ قرائتیں اجتہاد ہیں؟

یا تو ان روایات کے نتیجہ میں یہ ماننا ہو گا کہ قرائتیں منقول ہیں اجتہاد نہیں یا تو پھر ان روایات کی تفہیم دوبارہ ہو گی۔

4) انہوں نے خود قاعدہ اولیہ کے تحت عدم جواز کہا تھا لہذا اب یہ لازمی طور پر بتانا ہو گا کہ ائمہ نے اجازت کیوں دی جبکہ قرائتیں قرآن ہی نہیں ہیں۔

التفات: تیسرا مبحث جو سبعہ احرف (سات حروف) کی روایات کے متعلق ہے وہ آگے۔

والسلام

سبعہ احرف (سات حروف): اقوال و اعتراضات

آج ہم سید الخوئی کی کتاب (البیان) سے قرائت پر لکھے گئے تیسرے مبحث کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

اس سے پہلے دو مباحث کا خلاصہ کل پیش کر چکے ہیں۔

______________________-

سب سے پہلے آپ اہل سنت کے طرق سے گیارہ روایات رقم کرتے ہیں جو مضمون کے لحاظ سے تمام اور سند میں بہترین ہیں۔

تبصرہ

سب سے پہلے آپ ان روایات میں تعارض و تنافی کو واضح کرتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ جبرئیل نے نبی ص کو ایک حرف میں قرآن پڑھ کر سنایا پھر آپ ص نے مزید

کا تقاضا کیا تو سات حروف تک اجازت دی گئی اور یہ روایات اس بڑھوتی کو تدریجی طور پر دیکھتی ہیں جبکہ دوسری بعض روایات میں یوں لگتا کہ گویا تیسری دفعہ میں یکباری میں سات حروف تک بڑھا دیے گئے اور دیگر بعض میں لگتا کہ تیسری باری میں تین جبکہ چوتھی باری میں سات حروف تک بڑھا دیے گئے۔

اس کے علاوہ مزید دو تناقض کو ہم چھوڑ رہے ہیں۔

☆سات حروف سے کیا مراد ہے؟

سید الخوئی کم و بیش دس اقوال لکھتے ہیں کہ سات حروف سے آخر مراد کیا ہے؟

آپ ہر قول کے دلائل لکھتے اور پھر اپنا رد پیش کرتے ہیں۔

پہلا قول: معانی متقاربہ

سات حروف سے مراد یہ ہے کہ ایک لفظ کے معنی کو مختلف الفاظ کے ساتھ ادا کیا جا سکتا ہے جس کے (معنی قریب قریب ہوں۔ جیسے عجل، اسرع، اسع

اور یہ حروف زمانہ عثمان بن عفان تک تھے مگر بعد میں عثمان نے ایک حرف میں محدود کر دیا اور باقی مصاحف کو جلانے کا حکم دے دیا۔

اس کے قائل طبری و جماعت ہیں اور قرطبی نے لکھا ہے کہ اکثر اہل علم نے یہی اختیار کیا ہے۔

دلیل:

الف) ابن ابی بکرہ اور ابی داود کی روایت سے یہ استدلال کرتے ہیں۔

ب) انس وابن مسعود کی قرائت سے بھی استدلال کیا ہے

ج) اور ان کو بھی بطور دلیل پیش کرتے جن روایات میں کہا گیا ہے کہ تمہیں رخصت حاصل بس عذاب کی آیت رحمت اور رحمت کی عذاب نہ بن جائے۔

رد:

الف) یہ استدلال قرآن کے بعض معانی میں تمام ہے اور قرآن کا اکثر حصہ اس سے خالی ہے اور پھر یہ تصور کیسے کیا جاسکتا کہ یہ سات حروف جو ہم اپنی طرف سے لاتے اس میں اللہ نے قرآن نازل کیا ہے

ب) اگر یہ کہا جائے کہ نبی نے اس تبدیلی کی اجازت دی ہے تو یہ قرآن کی اساس ہی کو منہدم کر دیتا ہے کیونکہ اس سے اس کا ابدی معجزہ اور تمام انسانوں پر حجت ہونا بے معنی ہو جاتا۔

ج) روایات میں صراحت سے کہا گیا ہے سات حروف میں قرآن کا نزول اس لیے ہے تاکہ امت کے لیے توسعہ و آسانی رہے کیونکہ وہ ایک حرف پر قرائت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔

اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ قرائتوں کا اختلاف اس قدر گھمبیر رہا ہے کہ بعض مسلمان بعض کی تکفیر تک کر چکے یہاں تک کہ عثمان کے دور میں ایک حرف کی پابندی کروائی گئی۔

اس کے بعد وہ تین نتائج اخذ کرتے جسے ہم چھوڑ رہے ہیں۔

دوسرا قول: سات ابواب

سات حروف سے مراد سات ابواب ہیں جیسے:

زجر، امر، حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال

دلیل:

ابن مسعود نے نبی سے روایت بیان کی ہے کہ

پہلی کتاب پہلے باب سے ایک حرف پر نازل ہوئی اور قرآن سات ابواب سے اور سات حروف پر نازل ہوا: زجر، امر، حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال۔

پس اس کے حلال کو حلال گردانو اور حرام کو حرام اور وہ کرو جس کا تمہیں حکم (امر) دیا جائے اور اس سے رک جائے جس سے نہی فرمائی جائے اور اس کے امثال سے عبرت حاصل کرو اور اس کے محکم پر عمل اور متشابہ پر ایمان لے آؤ اور کہو ہم ہر اس چیز پر ایمان کائے جو ہمارے رب کی طرف سے ہے"۔ (تفسیر طبری ج1، ص23)

رد:

الف) روایت کا ظہور بتا رہا ہے کہ سات حروف سات ابواب سے الگ ہیں جن میں قرآن نازل ہوا ہے اور اس کو اس کی تفسیر کہنا درست نہیں۔

ب) یہ روایت ابی کریب کی اس روایت سے متعارض ہے جو انہوں نے ابن مسعود سے نقل کی:

بے شک اللہ نے قرآن کو پانچ حروف میں نازل فرمایا: حلال و حرام، محکم و متشابہ اور امثال۔"

ج) یہ روایت اپنے مفاد میں مضطرب ہے کیونکہ زجر و حرام ایک ہی معنی میں ہیں تو سات ابواب مکمل نہیں ہوئے اور پھر قرآن کی کئی ایک چیزیں سات ابواب میں شامل ہونے سے رہ گئی ہیں جیسے مبدا و معاد، قصص، احتجاجات و معارف وغیرھا۔

اگر کوئی کہے یہ محکم و متشابہ میں داخل ہوں گے تو پھر پورا قرآن اسی میں دو میں شامل لہذا دوسری اقسام کی ضرورت کیا رہی۔

د) گزشتہ روایات میں سات حروف میں نزول کی حکمت یہ معلوم ہوئی کہ امت ایک حرف پر نہیں پڑھ سکتی تھی سو آسانی کے لیے سات حروف کی اجازت ملی مگر سات ابواب سے یہ فسلفہ ہی مفقود ہو جاتا۔

ی) گزشتہ روایات میں صراحت سے معلوم ہوا کہ سات حروف سے مراد وہ حروف جن میں قاری اختلاف برتتے اور اس روایت میں یہ سمجھا نہیں جا سکتا۔

تیسرا قول: سات ابواب دوسرے معنی میں

سات حروف سے مراد یہ ہیں:

امر، زجر، ترغیب، ترھیب ، جدل، قصص اور امثال۔

دلیل:

ابی قلامہ کی روایت ہے کہ جس میں نبی نے ان کہا قرآن سات حروف میں نازل ہوا اور یہ سات چیزیں نبی ص نے گنوائیں۔ (تفسیر طبری ج1 ص24)

دوسرے قول کے کچھ ردود اس پر بھی لاگو ہو جاتے۔

چوتھا قول: فصیح لہجے

سات حروف سے مراد عرب کے سات فصیح لہجے ہیں اور یہ قرآن میں جابجا ہیں یعنی قرآن کا کچھ قریش، کچھ ھذیل، کچھ ھوازن، کچھ یمن، کچھ کنانہ، کچھ تمیم اور کچھ ثقیف کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

رد:

الف) گزشتہ روایات کو مدنظر رکھ کر اس روایت سے یہ معانی نہیں لیے جاسکتے

ب) حروف کو زبانوں اور لہجوں پر حمل کرنا عمر کی روایت سے منافی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قرآن مضر کی زبان میں نازل ہوا ہے تو عمر نے رد کیا اور کہا کہ نہیں قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے

ج) اگر اس قول کے قائلین کہتے کہ جن لہجوں میں قرآن نازل ہوا ہے قریش کا ان لہجوں سے کوئی تعلق نہیں تو یہ اصل مدعا کے خلاف کے کیونکہ قریش کی زبان عرب کی تمام زبانوں کے لیے مہیمن وفیصلہ کن تھی اور تمام فصیح زبانوں کو قریش میں جمع کیا گیا تھا جبکہ روایات کا مقصد امت پر آسانی تھی۔

اور اگر قائلین یہ کہتے کہ قرآن جن مختلف لہجوں پر مشتمل ہے وہ قریش کے ساتھ ہم آہنگ ہیں تو پھر سات میں منحصر کرنے کی کوئی وجہ نہیں بنتی کہ قرآن قریب پچاس عربی لہجوں پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ ابی بکر واسطی سے مروی ہے۔

پانچواں قول: سات حروف سے مراد مضر کی سات زبانیں ہیں جو کہ قرآن میں متفرق ہیں پس کہیں قبلیہ قریش، اسد، کنانہ، ھذیل، تمیم، ضبہ اور کہیں قبلیہ قیس کے میں نازل ہوا ہے۔

رد:

گزشتہ قول کا رد اس پر محمول کیا جائے۔

چھٹا قول: اختلافات

سات حروف سے مراد سات قسم کے اختلافات ہیں

بعض نے کہا کہ جب ہم نے قراءات کے اختلافات میں تدبر کیا تو اس میں کل سات طرح کے اختلاف پائے۔

ہم وہ سات طرح کے اختلاف چھوڑ رہے ہیں۔

رد:

الف) اس قول کی کوئی دلیل نہیں اور خصوصا اس وقت کے مخاطبین ان اختلافات سے نابلد تھے

ب) اختلافات میں کچھ ایسے جن میں معانی بدلتے اور کچھ میں معانی نہیں بدلتے تو سو ان کو آپس میں قسیم کیسے قرار دیا جا سکتا۔

ج) لفظ کی صورت ویسی رہے اور دوسری قسم کہ لفظ کی صورت بدل جائے یہ کسی چیز کو تقسیم کرنے کا سبب نہیں ہو سکتا

د) روایات میں صراحت ہے کہ سب سے پہلے قرآن ایک حرف میں نازل ہوا تھا اور یہ واضح ہے کہ ایک حرف سے مرادن سات اختلافات میں سے کوئی ایک اختلاف تو ہو نہیں سکتا

و) قرآن کا کئی حصہ قاریوں میں متفق ہے اور جب وہ اتفاقی پہلو ان اختلافات کے ساتھ جوڑا جائے تو کل آٹھ قسمیں بن جاتیں

ی) عمر و ابن ہشام کی روایت سے واضح ہو تا کہ مورد اختلاف چند کلمات تھے اور یہ سات حروف میں سے کسی ایک حرف کی بنا پر تھا سو اس قول کی تشریح اس سے ٹکراتی۔

ساتواں قول: اختلافات الگ معنی میں

سات حروف سے مراد سات طرح کے اختلافات ہی ہیں مگر گزشتہ اختلافات سے الگ طرح کے اختلافات مراد ہیں

ہم نے اختلافات چھوڑ دیے ہیں

رد:

الف) چھٹے قول میں پہلا، چوتھا اور پانچواں رد یہاں بھی محمول ہو گا۔

ب) اسماء کا اختلاف افعال کے اختلاف کے ساتھ شریک ہے کہ دونوں میں ہیئت مختلف ہے سو ان کو الگ الگ تقسیم کیوں کیا جاوے

☆ قرائتوں کے کل اختلاف

سید الخوئی کہتے ہیں کہ درست بات یہ ہے کہ ہم تک پہنچنے والی قرائتوں کے اختلافات کل چھ قسموں پر محیط ہیں:

1۔ کلمہ کی ہیئت میں اختلاف مگر مادہ ایک جیسے (باعد) ماضی و امر کے درمیان

2۔ کلمہ کے مادہ میں اختلاف مگر ہیئت ایک جیسی۔ جیسے (ننشزھا یا ننشرھا)

3۔ مادہ اور ہیئت دونوں میں اختلاف جیسے (کالعھن وکالصوف)

4۔ جملے کی ہیئت میں اعراب کا اختلاف۔ جیسے (ارجلکم) مجرور و منصوب

5۔ تقدیم و تاخیر کا اختلاف

6۔ کمی و بیشی کا اختلاف

آٹھواں قول: آحاد میں کثرت

سات سے مراد توسعہ ہے کہ ایک ہی لفظ میں آپ کئی طرح کی قرائتیں کر سکتے۔(قاضی عیاض کی جانب منسوب)

رد:

یہ روایات کے ظاہر کے خلاف ہے بلکہ بعض روایات کے تو صریح خلاف ہے۔

اور یہ بھی گزشتہ وجوہ میں شامل ہو جاتا سو وہ رد بھی یہاں آجائیں گے۔

نواں قول: سات قرائتیں

سات حروف سے مراد سات قرائتیں ہیں۔

رد:

الف) اگر سات قرائتوں سے مراد وہ مشہور قرائتیں ہیں تو اس کا بطلان ہم پہلے ہی واضح کر چکے کہ وہ تو ابن مجاہد کے سات کرنے سے سات مشہور ہوئیں۔

اور اگر اس سے مراد کوئی بھی سات قرائتیں ہیں تو قرائتوں کو سات تک محدود نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قرائتیں اس سے زیادہ ہیں

دسواں قول: مختلف لہجے

سات حروف سے مراد ایک ہی لفظ میں مختلف لہجے ہیں

یعنی عرب کے یہاں کلمات والفاظ کو ادا کرنے اور پڑھنے کا خاص انداز ہوتا تھا اور جو ان کے لہجوں کے بدلنے سے بدلتا رہتا تھا۔ پس قرآن کو ان سات حروف میں نازل کر کے امت کو آسانی دی گئی اور سات ایک کمال معنی کے لیے رمز ہے ورنہ جس قدر بھی لہجے ہوں وہ سب شامل۔

رد:

سید الخوئی کہتے کہ باقی تمام توجیہات سے یہ بہتر توجیہ ہے مگر اس میں بھی چند مسائل ہیں

الف) یہ ان روایات سے منافی ہے جن میں عمر و عثمان نے کہا کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے

ب) عمر وہشام بن حکیم والی روایت سے بھی منافی ہے کیونکہ دونوں قریش سے تھے

ج) بعض میں صراحت ہے کہ اختلاف ادائیگی کا نہیں بلکہ اصل لفظ میں تھا تو یہ اس سے بھی منافی

د) سات کو رمز یہ کہنا بعض روایات کے خلاف ہے

و) اس قول کا لازمہ یہ ہے کہ ابھی بھی متعدد لہجوں میں قرائت کی اجازت ہے جبکہ یہ مسلمانوں کے سیرت کے خلاف ہے۔

اور نسخ کا بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ بغیر دلیل کے بات ہو جائے گی۔

نتیجہ: ایسی تمام روایات کو چھوڑ دینا چاہیے جن میں کہا گیا ہے کہ قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے؛ کیونکہ ان سے کوئی بھی صحیح معنی اخذ نہیں ہو سکتے اور خصوصا جب صادقین سے اس کی نفی بھی کی گئی ہے کہ قرآن ایک ہی حرف میں نازل ہوا اور اختلاف راویوں کی جانب سے آیا ہے۔

والسلام

قرائتیں: شہید سید صادق الصدر

شہید صادق الصدر کی کتاب (منة المنان في الدفاع عن القرآن) کل پانچ مجلدات پر مشتمل ہے جو سوال وجواب کی نوعیت پر لکھی گئی ہے اور قرآنی آیت پر کسی بھی علم وجہت سے کوئی سوال یا اشکال ہوا ہو یا ہو سکتا ہو اسے زیر بحث لائے ہیں۔(کتاب ومصنف کا تعارف پھر کبھی پیش کریں گے)

اس کتاب کے مقدمہ میں انہوں نے کم وبیش 20 مختلف امور پر مختصر سہی مگر عمدہ باتیں کی ہیں (قطع نظر از اختلاف واتفاق)۔

لہذا مقدمہ میں 13 واں امر قرائت کے متعلق ہے جس کے نکات پیش کر رہے ہیں:

1۔ آج جو مشہور قرائت مصحف میں ثبت ہے اور جسے ہم پڑھتے ہیں وہ عاصم کی قرائت از روایتِ حفص ہے۔

2۔ مسلمانوں کے نزدیک محض یہ ایک قرائت نہیں جسے منزل من اللہ مانا جائے بلکہ کئی قرائتوں میں قرآن نازل ہوا ہے۔

3۔ علمائے امامیہ بھی ان سات یا دس بلکہ ہر اس قرائت کو نماز میں پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں جو معصومین کے زمانے میں رائج تھیں

4۔ مگر ان سب میں ایک کمزوری پائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ ہمارے پاس کوئی بھی معتبر دلیل نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر ہم کہہ سکیں کہ فلاں قرائت فلاں قاری کی ہے سو جب قرائت کی نسبت قاری کی جانب کرنے کے لیے کوئی معتبر دلیل نہیں تو کجا رسول ص کی جانب نسبت کرنا

5۔ ایک نکتہ یہ ہے کہ متعدد قرائتوں کا ہماری بحث سے تعلق یوں بنتا ہے کہ ان قرائتوں کی وجہ سے معانی بدلتے ہیں یا پھر کوئی سوال و مشکل حل ہو جاتی ہے لہذا احتمالات کے لیے ہم اپنی کتاب میں متعدد قرائتیں لے آئیں ہیں۔

6۔ ان سب کے علاوہ ایک نکتہ ایسا ہے جس جانب کم توجہ دی گئی ہے وہ یہ کہ اگر مختلف قرائتوں کا استقراء کیا جائے اور ان کی وجوہات و اختلافات تلاش کیے جائیں تو روشن ہو جاتا ہے کہ اکثر قاری قرآن کو اپنی رائے و اجتہاد سے پڑھتے تھے۔

پس وہ اپنے لغوی، نحوی، صرفی و بلاغی وغیرھا آراء و مسائل کو سامنے رکھ کر قرآن پڑھتے تھے۔

اور کئی قرائتیں رسول ص سے مسند نہیں ہیں۔

اپنی بات: شہید صادق الصدر کا یہ مقدمہ 1416 ہجری میں مکمل ہوا ہے جبکہ شیخ ہادی معرفت کی قرائت پر کتاب 1388 ہجری میں مکمل اور 1397 ہجری میں چھپ کر آئی تھی جس میں انہوں نے نہایت تفصیل سے اس بات کے دلائل دیے ہیں کہ کس طرح یہ قرائتیں قاریوں کا اجتہاد ہیں۔

7۔ وہ شخص جس نے قرائتِ حفص از عاصم کو اختیار کیا وہ دقیق النظر تھا اور جانتا تھا کہ یہ قرائت دیگر کی نسبت زیادہ نکات کی حامل ہے جو اسے دوسروں سے افضل و فصیح بناتی ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ شخص بھی مجہول ہے۔

8۔ ہم نے احتیاط کے طور پر نماز میں اس قرائت کو ان صفات کی وجہ سے اختیار کیا ہے:

الف) فصاحت

ب) اس قرائت کی نسبت قاری کی جانب دینے کے لیے معتبر دلیل ہے جو کہ امت کے یہاں جیلا بعد جیل حد استفاضہ تک پہنچی ہوئی ہے۔

ج) معتبر دلیل یہ ہے کہ اس قرائت کو معصومین نے امضاء قرار دیا ہے

اپنی بات: ہم شہید کی اس بات سے متفق نہیں ہیں؛ کیونکہ قرآن کی قرائت کو ہم اس طرح ثابت نہیں مانتے جو ان اسناد و طریق سے وارد ہوئی ہو۔

بہ ہر حال، ہم اپنا طالبعلمانہ خیال ان تعارفی و تلخیصانہ تحریروں کے بعد پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ

والسلام۔

کتب

علم قراءات پر لکھی گئی جن کتب کا ہم مطالعہ کر سکے ان کا تعارف و تبصرہ پیش کر رہے ہیں۔

آسان و سلیس کتب کا ذکر پہلے اور بنیادی کتب جو قدرے مشکل بھی ہیں ان کا ذکر آخر میں ہو گا۔
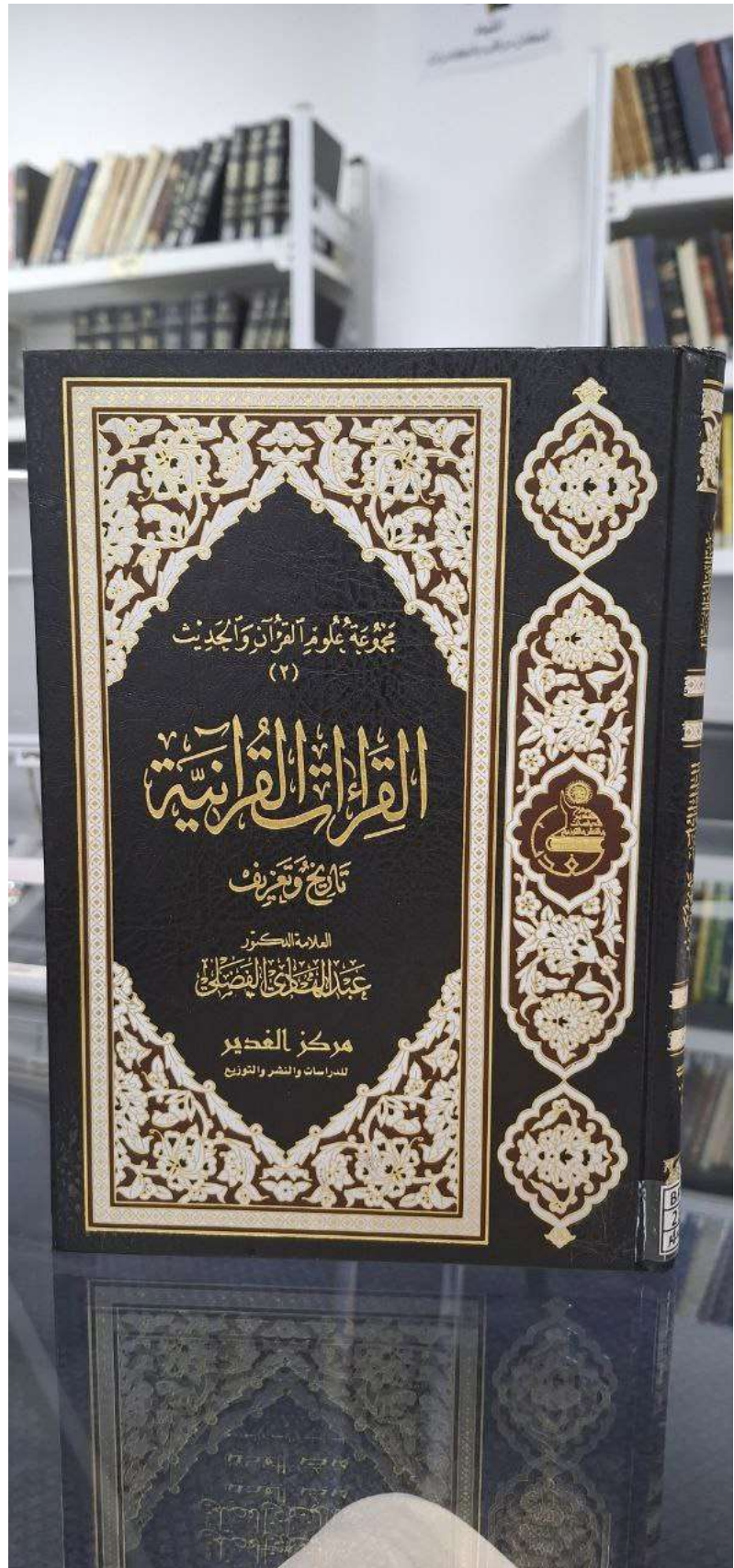
مجموعة علوم القرآن والحديث
(٢)
القراءات القرآنية
تاريخ وتعريف
العلامة الدكتور
عبد الهادي الفضلي
مركز الغدير
للدراسات والنشر والتوزيع

القراءات القرآنية: تاریخ و تعریف

کتاب کا اجمالی تعارف

اگر آپ قرائت کے موضوع پر مختصر اور سلیس عربی زبان میں کوئی کتاب پڑھنا چاہتے ہیں اور یہ آپ کا اس وقیع موضوع اور معرکہ الآراء بحث سے پہلا تعارف ہو تو دکتور عبد الہادی فضلی کی یہ کتاب نہایت مفید ہو گی۔

اس کتاب میں مصنف کی رائے جمہور اہل سنت والی ہے لہذا آپ جمہور کے طرزِ استدلال اور اسلوب سے واقف ہو سکیں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ مختلف ادوار، مباحث، اصطلاحات اور اختلافات سے بھی آشنا ہوں پائیں گے۔

اور اس کتاب میں امامیہ کو کم زیر بحث لایا گیا ہے جبکہ مصنف خود امامیہ سے تعلق رکھتے۔

تفصیلی تعارف:

یہ کتاب 140 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے جس میں کل سات فصلیں ہیں۔

ان کا قدرے تفصیل سے تعارف خالی از فائدہ نہیں ہو گا۔

☆الفصل الأول: نشأة القراءات وتطورها (قرائتوں کا وجود پذیر ہونا اور پھیلنا)

اس فصل میں انہوں نے بالترتیب سولہ (16) مراحل لکھے ہیں کہ کس طرح یہ قرائتیں وجود میں آئیں اور کن مراحل سے ہوتی ہوئی پھیلیں۔

اگر ہم سر سری دیکھیں تو پہلے تین مراحل کا تعلق نزول قرآن، نبی کا مسلمانوں کو پڑھ کر سنانا اور مسلمانوں کے پڑھے ہوئے کو قبول کرنے سے ہے۔

چوتھا مرحلہ قاریوں کے ظاہر ہونے اور چھٹا مرحلہ صحابہ کے حافظ ہونے سے متعلق ہے۔

چھٹا مرحلہ تابعین کا ہے جنہوں نے صحابہ سے قرائت سیکھی اور ساتویں مرحلہ میں انہوں نے مختلف صحابہ قاریوں کے نام گنوائے ہیں۔

یوں دور عثمان بن عفان کے قاری، پھر سات قرائت پر انحصار کی بحث سب ان 16 مراحل میں زیر بحث آئے ہیں۔

☆الفصل الثاني: التعريف بالقراءات (قرائتوں کی تعریف و تحدید)

اس فصل میں سب سے پہلے وہ قرائت کی تعریفات ذکر کرتے اور ان میں موجود اختلافات کو بیان کرتے ہیں اور آخر میں اپنا نتیجہ یہ اخذ کرتے ہیں

قرائت الفاظِ قرآن کو پڑھنا ہے جیسا کہ رسول نے اسے پڑھایا جس طرح کسی نے رسول کے حضور پڑھا چاہے یہ لفظ کا پڑھنا نبی سے فعلا منقول ہو یا تقریرا اور چاہے ایک ہو یا متعدد۔(ص68)

☆ **قرائتوں کی اقسام**

اس کے بعد وہ قرائتوں کی اقسام پر کلام کرتے ہیں۔

قرائت کے معیارات (صحتِ سند، عربی سے موافقت اور مطابقت رسم) کو مد نظر رکھ کر بنیادی طور پر دو قسمیں بنتی ہیں:

الف) متواترہ

ب) صحیحہ

پھر صحیحہ کی دو قسمیں:

الف) مستفیضہ

ب) غیر مستفیضہ

اس کے بعد وہ متواتر، آحاد، شاذ کی تعریف کرتے اور پھر متواتر و شاذ کا فرق لکھتے ہیں۔

☆ قرائت و قرآن

یہاں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ قرآن اور قرائت کے مابین کس نوعیت کا تعلق ہے؟ دونوں مغایر ہیں کہ نہیں؟

یہاں کل تین اقوال ہیں وہ سب کے مختصر دلائل اور قائلین کا ذکر کرتے اور پھر اپنا رد بھی لکھتے ہیں مگر ہم یہاں محض نظریات لکھ رہے ہیں:

۱) قرآن و قرائت دو الگ حقیقتیں ہیں

یہ زرکشی، سید الخوئی اور بعض اہل علم کی رائے ہے۔

۲) جس قرائت میں صحیح قرائت کی شروط ہوں گی وہ قرآن کہلائے گی وگرنہ نہیں

یہ جمہور علماء و قراء کی رائے ہے۔

۳) ہر قرائت قرآن ہی ہے چاہے شاذ قرائتیں ہی کیوں نہ ہوں۔

اس کے قائل ابن دقیق العید ہیں۔

الفصل الثالث: مصادر القراءات (قرائتوں کے مصادر)

اس میں وہ ان روایات کو مصدر مانتے ہیں جن میں مختلف قرائتوں کا ذکر ہے اور ان کی اجازت کی بات کی گئی ہے۔

مصنف کا ماننا ہے کہ قرائت سنت ہے جو رسول اکرم سے ہم تک آئی ہیں۔

☆الفصل الرابع: الاختلاف في القراءات وأسبابه (قرائتوں میں اختلاف اور اس کے اسباب)

اس میں انہوں نے کل سات اختلافات ذکر کیے ہیں

جیسے کبھی لفظ کی صورت اور معنی ایک رہتے مگر تلفظ بدلتا رہتا، کبھی صورت ایک رہتی مگر معنی بدلتے رہتے اور کبھی صورت و معنی دونوں بدلتے تو کبھی صورت بدل جاتی مگر معنی ایک رہتے وغیرھا۔

☆**اسباب اختلاف**

اس میں وہ کل چھ سبب لکھتے ہیں جن میں سے چھٹے سبب کو شد و مد سے رد کرتے ہیں تاہم بطور خلاصہ قرائتوں کے اختلاف کے دو ہی سبب ہیں:

پہلا: تعدد نزول(یعنی نبی نے مختلف طرح سے پڑھا اور صحابہ سے بھی متعدد طرح سے پڑھنا مروری ہے)

دوسرا: متعدد بولیاں (جیسے عرب کے یہاں مختلف قبائل الگ طرح بولتے تھے)

☆الفصل الخامس: الاختيار في القراءات

اس فصل میں بتایا کہ "اختیار" کی اصطلاح کے کیا معنی ہیں۔

لکھتے ہیں کہ تابعین نے مختلف صحابہ سے قرائتوں کو پڑھا پھر وہ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیتے تھے اور اسی پر کاربند رہتے تھے۔

☆الفصل السادس: المقياس القرائي (پیمانۂ قاری)

مختلف اہل علم نے مختلف پیمانے بنا رکھے تھے جس پر وہ کسی قاری کے انتخاب کا فیصلہ کرتے تھے۔

مثلاً ابن مجاہد (324ھ) کے دو پیمانے تھے:

الف) قاری کی قرائت پر اس کے شہر والوں کا اجماع ہو

ب) اور وہ اجماع اس بنیاد پر ہو کہ قاری قرائت کا علم رکھتا اور زبان کو گہرائی سے جانتا ہے۔

اسی طرح ابن خالویہ (370ھ) کے یہ پیمانے تھے:

الف) قرائت رسم کے موافق ہو

ب) عربی کے موافق ہو

ج) قرائت تواتر سے منتقل ہوئی ہو

اس کے بعد دیگر اہل علم کے معیارات لکھتے اور آخر میں تفصیل سے ان معیارات پر وہ بات کرتے ہیں۔

☆الفصل السابع: القراءات والتجوید

اس فصل میں وہ بتاتے ہیں کہ قرائت اور تجوید میں کیا فرق ہے۔

اہل علم سے تعریفات نقل کرنے کے بعد اپنا نتیجہ لکھتے ہیں جسے سمجھنے کے لیے پہلے (اصول) اور (فروع) کی اصطلاح سمجھیے۔

اصول: وہ احکام وطریقے جن سے قرآن کے کلمات والفاظ کو پڑھا جائے۔

جیسے: ادغام، مد وقصر، نون ساکنہ وتنوین کا قاعدہ، امالہ ووقف وغیرھا۔

فروع: وہ خاص احکام وطریقے جن سے کسی خاص وجزئی مورد کو پڑھا جائے۔

جیسے: سورہ فاتحہ میں (مالک) ہے کہ (ملک) وغیرھا۔

نتیجہ: پس تجوید کا تعلق اصول سے ہے جبکہ قرائت کا تعلق فروع سے ہے تاہم قرائت امالہ وقصر جیسے امور کو بھی شامل ہے مگر مخارج کی پہچان وغیرھا تجوید میں شامل ہے اور قرائت سے خارج ہے۔

نوٹ:

اول: اس کتاب کے مصنف کا تعلق امامیہ سے ہے۔ آپ بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم کا آغاز کیا پھر نجف اشرف ہجرت کی۔

آپ کی مختلف علوم میں متعدد تصانیف ہیں اور آپ نے حوزہ نجف کی تجدید نو پر بھی کام کیا۔

آپ کا قیام سعودی عرب میں رہا اور وفات 2013 میں وہیں ہوئی سو آپ قطیف میں سپرد خاک کیے

گئے۔

دوم: شیخ فضلی کی اس کتاب کا خلاصہ شیخ صالح محمد غانم نے بھی 9 صفحات پر کیا ہے جو عبد اللہ بن علی رستم کی کتاب میں پڑھا جا سکتا ہے تاہم ہم نے خلاصہ اصل کتاب سے کیا ہے۔

سوم: شیخ فضلی کی شخصیت کو اگر کوئی قدرے تفصیل سے پڑھنا چاہے تو وہ فواد عبد الھادی کی کتاب (قراءات فی فکر العلامة الفضلي) اور عبد اللہ بن علی رستم کی کتاب (الدکتور عبدالهادی الفضلی بین الضوء والظل) میں پڑھ سکتا ہے۔ یہ دونوں کتابیں مختلف اہل علم کے مضامین کا مجموعہ ہیں۔

چہارم: ہم قرائت کے موضوع پر دیگر علماء کے مضامین کا خلاصہ پیش کریں گے۔

والسلام

2۔التمهيد في علوم القرآن: القراءات

شیخ ہادی معرفت کی علوم القرآن پر کتاب (التمہید) دس مجلدات پر مشتمل ہے جس میں سے دوسری جلد قرائت کے موضوع پر ہے جو 250 صفحات سے زیادہ پر محیط ہے جس کے مختصر نکات یہاں پیش کر رہے ہیں۔

۔___________________

قرآن میں قراءات کے اختلاف کی وجوہات

وہ کون سے عوامل تھے جن کی وجہ سے قرآن کی متعدد قراءات وجود پذیر ہوئیں

سب سے پہلے وہ بنیادی اور اہم عوامل کو لکھتے ہیں، جن میں سے چار کا تعلق کتابت سے ہے جیسے رسم الخط ابھی ابتدائی دور میں تھا، نقطے نہ ہونا، لفظوں کی شکل وصورت نہ ہونا اور الف گرادینا جبکہ پانچواں اختلاف مختلف لہجوں کا ہونا ہے اور باقی تین کا تعلق اخلاقیات سے ہے جیسے اپنی رائے واجتہاد کی تحکیم کرنا، ادب میں حد سے بڑھ جانا اور منفرد و یگانہ رہنے کا شوق۔

ان تمام عوامل کے وہ تفصیل سے شواہد لاتے ہیں۔

اس کے بعد آپ ثانوی عوامل لکھتے ہیں جو ہم چھوڑ رہے ہے۔

☆تواتر قراءات

ہم اس بحث کے نکات لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آخر میں درج کیے ہیں۔

قراءات کا نبی سے تواتر ثابت کرنا محال ہے کیونکہ؛

1۔اس کے تواتر پر کوئی دلیل نہیں

2۔ قراءات میں اختلافات ذاتی عوامل سے ہیں

3۔ قراء کی اسانید اخبار آحاد والی ہیں (کئی تو صحت پر بھی پورا نہیں اترتیں)

4۔علماءوزعمائے امت نے کئی ایک قراءات کا انکار اور رد کیا ہے جو دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ قرائتیں متواتر نہیں تھیں ورنہ ایک مسلمان نبی سے منقول متواتر کا انکار کیونکر کر سکتا

5۔سات قرائتوں میں بھی شذوذ قرائتیں ہیں جو تواتر کی نفی کر دیتے

6۔ قاریوں کا حجج و تعالیل لانا دلیل ہے کہ ان کا اختیار اجتہادی تھا ورنہ جو نبی سے متواتر ہو اس کے لیے حجتوں کی کیا ضرورت

7۔ قراءات میں تناقض پایا جاتا ہے جبکہ وحی تو خالی از تناقض ہونی چاہیے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلْقُرْءَانَۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُوا۟ فِيهِ ٱخْتِلَٰفًا كَثِيرًا

مفہوم: کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے! اور اگر یہ قرآن غیر خدا کا کوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔ (سورہ نساء آیت 82)

8۔تواتر قرآن اور تواتر قراءات دو الگ حقیقتیں ہیں یعنی اگر قراءات کے تواتر کا انکار کیا جائے تو اس سے تواتر قرآن پر ضرب نہیں پڑتی

9۔حدیث سبعہ احرف کا سات قرائتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ شبہ تو سادہ لوح عوام کے ذہنوں کی اختراع ہے وگرنہ محققین ایسا نہیں مانتے۔

☆حديث الأحرف السبعة

الف) اہل بیت کی روایات نقل کرتے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ قرآن ایک ہی حرف میں نازل ہوا ہے

تاہم وہ نصوص بھی ذکر کرتے جن میں سات حروف کا کہا گیا ہے لیکن انہیں . ضعیف گردانتے ہیں۔

ب) اہل سنت سے ان روایات کولاتے ہیں۔ پھر اختلافات ذکر کرتے کہ اس سے کیا کیا مراد لیا گیا ہے

ج) پھر خود ان روایات پر مناقشہ کرتے اور اختیار کرتے کہ اس سے مراد مختلف قبائلہ لہجے ہوسکتے ہیں۔

د) آخر میں ذکر کرتے کہ قراءات کے اختلاف کو اگر تقسیم کیا جائے تو کتنی صورتیں بن سکیں گی۔

اکثر نے سات صورتوں میں تقسیم کیا ہے جن کی تقسیم آپس میں مختلف ہے لیکن شیخ ہادی معرفت ایسی تمام کوششوں کو درست نہیں سمجھتے کیونکہ اس سے تمام اختلافات کا احصاء نہیں ہوتا۔

پھر وہ بتاتے ہیں کہ قراءات کے اختلافات سے کس طرح فقہی احکام پر اثر پڑتا ہے

قرائتیں صحیح اور شاذ کے درمیان

مختلف قراءات میں سے صحیح قرائت کی پہچان کے کیا ضوابط و معیار ہیں؟

جو کہ عموما تین بیان ہوتے ہیں

الف) سند صحیح ہونا (بعض کے نزدیک متواتر)

ب) عربیت کے موافق ہونا

ج) مصحف کے موافق ہونا

ہر ایک رکن پر تفصیلی کلام کرتے تا کہ استدلال اور مکمل صورت واضح ہو سکے

اس کے بعد ہر ایک رکن پر تفصیلی مناقشہ کرتے ہیں

مناقشہ کرنے کے بعد وہ اپنے اختیار کردہ ارکان بتاتے ہیں جس کی روشنی سے صحیح قرائت کو پہچانا جاسکتا

اختیار کردہ ارکان وشروط سے قبل وہ بطور مقدمہ پہلے قرآن کا متواتر ہونا ثابت کرتے ہیں۔

پھر درج ذیل ارکان پیش کرتے ہیں

اول: لوگوں کے درمیان جو ثابت ومعروف ہے اس کے موافق ہونا

الف) مادہ کلمہ

ب) لفظ کی صورت

ج) نظم وترتیب

دوم: قرائت کا افصح لغت کے موافق ہونا

سوم: قرائت کے ساتھ دلیل قطعی معارض نہ ہو۔

جیسے (ارجلَ) منصوب ہے مگر صحیح روایات سے متعارض ہے لہذا روایات کی قرائت (ارجلِکم) مجرور لی جائے گی۔ تاہم شیخ ہادی معرفت اسے متعارض نہیں سمجھتے کیونکہ روایات میں کہا گیا ہے (بأن القرآن نزل بالمسح) کہ قرآن میں نسح کا حکم آیا ہے اور یہ (ارجلکم) کو برووسکم کے محل پر عطف کرکے بھی

حاصل ہو رہا ہے لہذا اس سے حفص کی روایت بھی مرجح قرار نہیں پاتی جیسا کہ شیخ طوسی نے سمجھا۔

پھر وہ ان تمام امور پر تفصیلی سے کلام کرتے ہیں جس کے کچھ نکات یہ بنتے:

۱) کلمہ کا مادہ وصورت اور ترتیب کا مصحف کے موافق ہونا

۲) اگر مختلف طرح سے پڑھنے کے دو یا چند احتمال ہوں تو اس کو مرجح قرار دیا جائے جو مصحف کے مطابق اور لوگوں کے حفظ کے ساتھ ہم آہنگ ہو

۳) عمومی و متواتر قرائت کو جاننا کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اکثر و معروف قاریوں کا اس پر اجماع و اتفاق ہوتا ہے

۴) اگر دو احتمال برابر ہوں تو جو قرائت زیادہ فصیح ہو اسے قبول کیا جائے گا

۵) اگر قرائت پر دلیل قطعی آجائے تو اسی کو قبول کیا جائے گا۔

آخر میں چند روایات لکھتے ہیں جن میں قرآن کی اہمیت، اس کی حفاظت اور قرائت پر بات کی گئی۔

قاریوں کے طبقات

کم و بیش آٹھ طبقات لکھتے ہیں اور ہر قاری کا مختصر تعارف بھی لکھتے ہیں۔

آپ نے پہلے طبقہ جو صحابہ قاریوں پر مشتمل ہے اس میں کل پانچ صحابہ لکھے ہیں جن میں عمر بن خطاب، عثمان بن عفان اور ابو موسی اشعری شامل نہیں جنہیں ابن عاشور نے شامل رکھا تھا۔

☆مشہور قرائتوں کی تدوین

آپ لکھتے ہیں کہ مسلمان عہد اول میں اسی طرح قرآن پڑھ رہے تھے جیسا صحابہ نے نبی سے سن کر انہیں پڑھایا اور پھر مختلف شہروں اور مراکز میں مختلف قاری یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے مگر بعد از تابعین ایک گروہ نے اس قرائت کے علم کو باقاعدہ دن بناڈالا اور پھر اس کا شہرہ بطور فن ہوا۔

ان میں سے صحیح قراءات کو ضبط اور محفوظ کرنے میں سب سے پہلے ابو عبید قاسم بن سلام انصاری (ت224ھ) نے کتاب لکھی۔

ابن جزری کہتے ہیں کہ اس میں انہوں نے 25 قاریوں کو شمار کیا۔

ان کے بعد جبیر بن محمد ابو جعفر کوفی (ت258ھ) نے ہر شہر کا ایک قاری یعنی پانچ قاری جمع کیے۔

پھر ابو جعفر طبری (ت310ھ) نے اپنی کتاب (جامع) میں قریباً بیس قاری جمع کیے۔

اس کے بعد ابو بکر ابن مجاہد (324ھ) پہلے تھے شخص تھے جنہوں نے سات قاریوں تک انحصار برتا۔

قراءات کا سات میں محدود ہونا

عموماً قرائت کا میدان وسیع تھا اور یہ پھیلتا رہا مگر ابن مجاہد کے اثر و رسوخ نے اسے سات تک منحصر کروا دیا۔

اس کے بعد شیخ ہادی معرفت ابن‌سوٹ ذو ابن مجاہد کا شدید اختلاف رقم کرتے مگر ہم یہاں ابن‌سوٹ ذ کا ایک جملہ لکھتے جو انہوں نے ابن مجاہد کے متعلق کہا تھا:

لم تغبر قدماه فی هذا العلم (اس علم قرائت کی اسے گرد تک نہیں پہنچی)

ابن مجاہد کے موقف پر علماء کا انکار

مختلف اہل علم علماء نے ابن مجاہد کی اس روش پر کڑی تنقید کی کہ قاریوں کو سات تک محدود کرنا کسی طور درست نہیں۔

ہم ان کے اقوال چھوڑ رہے ہیں۔

لیکن کیا ان استنکارات کا کوئی نتیجہ بر آمد ہوا؟

بلکل بھی نہیں۔(اس کے شواہد ہم ترک کر رہے جو کتاب میں پڑھے جاسکتے)

☆سات قاری اور ان کے راویان

یہاں وہ ان سات قاریوں اور ان کے راویوں کے نام لکھتے جن کو ابن مجاہد نے اپنی کتاب میں لکھا ہے وگرنہ دراصل راوی اس سے زیادہ ہیں۔(اختصار کی وجہ سے نام چھوڑ رہے ورنہ انہوں نے تفصیلی گفتگو کی ہے)

☆**چند ملحوظات**

۱) ابو عمرو الدانی کا قول ہے کہ سات قاریوں میں سے سوائے دو(ابن عامر یحصبی وابو عمرو مازنی) کے کوئی عرب نہیں۔

کچھ علماء ان دونوں کو بھی عرب نہیں مانتے۔

۲)ان قاریوں میں سے چار قاری صراحت کے ساتھ اہل بیت کے شیعہ تھے:

عاصم، ابو عمرو بن علاء، حمزہ بن حبیب اور علی بن حمزہ کسائی۔ جبکہ ابن عامر پیروکار معاویہ تھا باقی دو ابن

کثیر ونافع کا معلوم نہیں وہ مستور الحال۔

۳) مکی بن ابی طالب کہتے کہ سند کے لحاظ سے نافع اور عاصم کی قرائت جبکہ فصاحت کے لحاظ سے کسائی اور ابو عمرو کی قرائت پختہ ہے۔

☆عاصم کی قرائت حفص کی روایت سے

عہد اول سے لے کر آج تک مسلمانوں میں یہی قرائت رائج رہی ہے جسے ہم عاصم کی قرائت از روایتِ حفص کہتے ہیں۔

اس کے دو سبب ہیں:

اول: حفص کی قرائت اس وقت کی عمومی اور مسلمانوں میں پڑھی جانے والی قرائت تھی۔

حفص اور ان کے شیخ عاصم اس بات پر حریص تھے کہ قرائت عامہ کے موافق قرائت کریں۔

دوم: عاصم دیگر قاریوں سے جداگانہ خصائص رکھتے ہیں

جیسے ان کا ضابطہ واتقان اور قرائت اخذ کرنے میں احتیاط کہ سوائے ابو عبد الرحمن سلمی کے کسی سے قرائت اخذ نہیں کی؛ کیونکہ عبد الرحمن سلمی نے امام علی ع سے اخذ کی تھی۔

حفص نے عاصم کی قرائت کو شیوع و شہرت دی کیونکہ آپ ضبط واتقان میں معروف تھے تو اسی وجہ سے جمہور مسلمین نے عاصم کی قرائت آپ ہی سے اخذ کی۔

حفص کی روایت نہایت عمدہ اور ذہبی سلسلہ رکھتی ہے کیونکہ؛

الف) عاصم نے قرائت صرف ابو عبد الرحمن سلمی سے پڑھی جو کہ عظیم انسان تھے

ب) انہوں نے عبد الرحمن سلمی سے کسی ایک حرف میں بھی اختلاف نہیں برتا بلکہ مکمل اختیار کی کیونکہ سلمی نے امام علی ع سے جو حاصل کیا وہی آگے منتقل کیا۔

ج) اور عاصم کی قرائت کا یہ عمدہ سلسلہ حفص ہی سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ کسی اور راوی سے۔

کیا حفص نے اپنے استاد عاصم کی قرائت میں اختلاف کیا؟

ابن جزری نے ذکر کیا ہے کہ حفص نے صرف ایک جگہ اختلاف برتا اور وہ ہے(الله الذي خلقكم من ضعف) کہ عاصم نے (ضَعف) ضاد کے زبر کے ساتھ پڑھا تھا جبکہ حفص نے اسے ضاد کے پیش کے ساتھ پڑھا۔

اس کے بعد مکی کا قول لکھتے ہیں مگر شیخ ہادی معرفت کہتے کہ یہ نسبت ثابت نہیں ہے؛ کیونکہ حفص نے عاصم سے اور عاصم نے عبد الرحمن سلمی سے اور انہوں نے امام علی سے کسی بھی چیز میں اختلاف نہیں برتا پس عاصم نے بھی ضاد کے پیش کے ساتھ ہی پڑھا ہو گا۔

☆شیعوں کا قرآن سے اتصال

یہاں دو مسائل زیر بحث لاتے ہیں

پہلا مسئلہ: کچھ لوگ شیعوں پر تہمت والزام تراشی کرتے کہ ان کا اپنا کوئی مصحف ہے جو مسلمانوں سے ہٹ کر ہے۔

اس اشکال کو وہ رد کرتے اور ایسے کسی (مصحف شیعی) کا وجود تاریخ میں کبھی نہیں آیا اور نہ شیعوں نے

ذکر کیا۔

دوسرا مسئلہ: اگر قراءات کے حوالے سے دیکھا جائے تو سات قاریوں میں سے چار قاری تو شیعہ ہیں اور اس کے علاوہ دیگر تابعین وغیر ھم بھی۔

اور عہد اول سے دور حاضر تک جو حفص کی قرائت چل رہی ہے وہ بھی شیعوں کی قرائت ہے کیونکہ حفص امام صادق ع کے صحابی ہیں جنہوں نے عاصم سے روایت کی اور عاصم کوفہ کے نامور شیعوں میں سے تھے پھر عاصم نے سلمی سے جو امام علی کے خاص ساتھیوں میں سے تھے اور انہوں نے امام علی سے قرائت اخذ کی اور امام نے رسول اکرم ص اور رسول اکرم نے اللہ تعالی سے۔

☆حفص اور دیگر قرائتوں میں اختلاف

اس عنوان تلے وہ سورہ فاتحہ سے ناس تک ان آیات کو لے آتے ہیں جن میں حفص کا طریق دوسروں سے مختلف رہا ہے اور وہ اس میں دیگر دلائل دے کر حفص ہی کی قرائت کو مرجح مانتے رہے ہیں۔

والسلام

أحمد البيلي
الإختلاف
بين
القراءات
دار الجيل
بيروت
الدار السودانية للكتب
الخرطوم
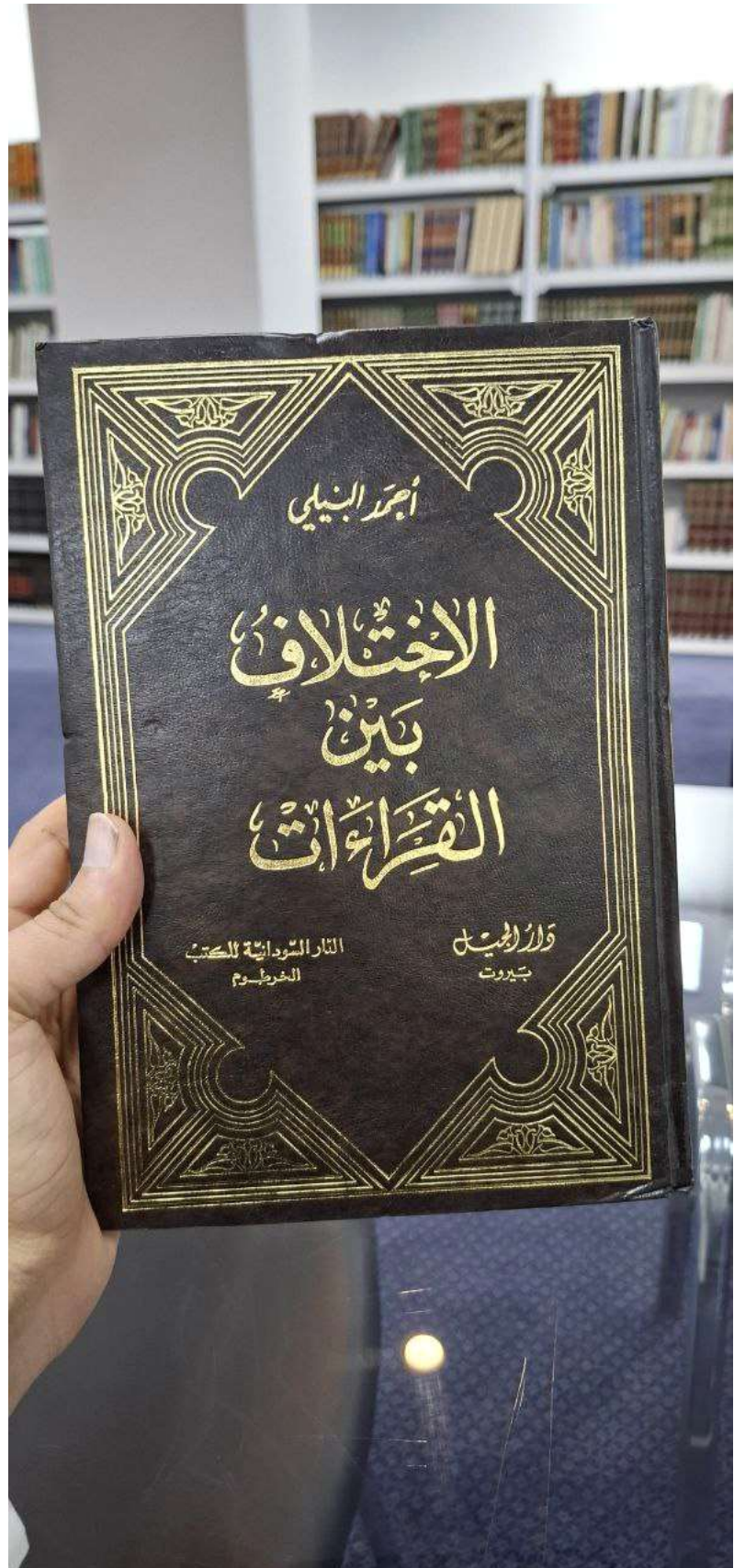
3۔ الاختلاف بین القراءات

مصنف: ان کا نام احمد البیلی ہے اور ان کا سپاس نامہ پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مصر کے عالم ہوں گے یا کم از کم وہاں زیر تعلیم تو ضرور رہے ہیں۔

اور یہ دور حاضر کے عالم ہیں کیونکہ ان کی یہ کتاب 1404 ہجری کو مکمل ہوئی مگر ان کے متعلق مزید معلومات نہیں مل سکیں۔

______________________۔

اس کتاب میں کل دس فصلیں ہیں جو قریبا500 صفحات پر مشتمل ہیں۔

اس کتاب کا بنیادی وصف یہ ہے کہ اس میں نہایت سلیس انداز میں ابحاث کو سمجھایا گیا ہے اور یہ جمہور کی رائے کو لے کر چلتی ہے یعنی کتاب کے مصنف قرائتوں کے حوالے سے وہی نظریہ رکھتے ہیں جو جمہور اہل سنت کا رہا ہے۔

دوسرا وصف ممتاز یہ ہے کہ اس کتاب میں شاذ اور متواتر قرائتوں کا تقابل کیا گیا ہے اور سورہ فاتحہ وبقرہ کو مد نظر رکھ کر ان تمام اختلافات کو تفصیلی طور پر لکھا گیا ہے جو ان کے نزدیک سبعہ احرف حدیث کی مراد بھی ہے۔

ان کی فصلوں کا اجمالی تعارف ملاحظہ ہو

تمہید: انہوں نے کتاب کی تمہید میں پانچ مسائل کو ایڈریس کیا ہے: قرآن کیا ہے ؟ وحی کا سلسلہ ؟ وحی کا

امین؟ قرآن کی زبان اور قرآن کا سینوں اور کتابت میں محفوظ ہونا۔

پہلی فصل: قرائتیں "رسم" کے ایک ہونے سے پہلے

اس فصل میں مصنف نے نبی ص کے دور میں قرائتوں کا نقشہ کھنیچا ہے اور زمانہِ ابو بکر و عمر میں قرائت کی صورت کیا تھی؟ بتایا ہے۔

اور اسی ہی فصل میں حدیث سبعہ احرف کو چھیڑا ہے اور اپنا منفرد نظریہ پیش کیا ہے۔

سبعہ احرف میں ان کا نظریہ

سات حروف سے مراد سات مختلف طرح کے اختلافات ہیں مگر وہ نہیں جو ابن جزری وغیرہ نے بیان کیے بلکہ درج ذیل سات وجوہات مراد ہیں:

الف) کلمہ کی دلالت و قرائت میں لغوی اختلاف

ب) کلمہ کے مادہ میں لغوی اختلاف

ج) صوتی اختلاف

د) نحوی اختلاف

ھ) صرفی اختلاف

و) ذکر و حذف کا اختلاف

ی) تقدیم و تاخیر کا اختلاف

دوسری فصل: قرائتیں "رسم" کے ایک ہونے کے بعد

اس فصل میں پانچ مباحث ہیں

الف) وہ عوامل جن کی وجہ سے "رسم (لکھائی)" ایک ہوا

ب) وہ کمیٹی جس کو یہ ذمہ داری سونپی گئی

ج) کمیٹی کا سربراہ کون ہوا اور کس وجہ سے

د) مصاحف عثمانیہ کتنے تھے اور ان کا اثر

ھ) مصاحف میں "رسم" کی خوبی

تیسری فصل: متواتر قرائتیں

یہ فصل اچھی ہے کیونکہ ہم مختلف اہم علم کے نظریات پیش کر رہے ہیں جن میں تواتر کے مخالف شامل ہیں سو تواتر والوں کے ادلہ کا پیش کرنا بھی ضروری ٹھہرتا ہے سو اس فصل کا الگ سے خلاصہ پیش کریں گے۔(ان شاء اللہ)

اس فصل میں انہوں نے درج ذیل مباحث پیش کیے

1۔ اسنادِ متواتر

2۔ قرائتیں کس طرح اخذ ہوئیں

3۔ مقبول قرائتوں کے ارکان

4۔ متواتر قرائت کے ائمہ اور ان کے راویان

5۔ قرائت، روایت، طریق اور وجہ میں فرق

6۔ قرائت سیکھنے کا حکم

7۔ قرائتوں کو مرکب کرنے کا حکم

8۔ بعض علماء کا ان قرائتوں کے متعلق موقف

9۔ بعض مستشرقین کا موقف

چوتھی فصل: شاذ قرائتیں

اس میں یہ مباحث ہیں

1۔ لغت واصطلاح میں شاذ کے معنی

2۔ شاذ قرائتیں اور ان کی انواع

3۔ شاذ قرائتوں سے احتجاج واستدلال

4۔ شاذ قرائت کو نماز میں پڑھنا

5۔ شاذ قرائت کو نماز کے علاوہ پڑھنا

آئندہ فصول میں وہ شاذ اور متواتر کے درمیان اختلافات کو زیر بحث لاتے ہیں۔

پانچویں فصل: لغوی اختلاف

اس میں کل چار مباحث ہیں

1۔ اسمائے مرفوعہ میں اختلاف

2۔ اسمائے منصوبہ میں اختلاف

3۔ اسمائے مجرورہ میں اختلاف

4۔ مبنی اسماء

چھٹی فصل: صوتی اختلاف

کل تین مباحث ہیں

1۔ ابدال، قلب یا ادغام کا اختلاف

2۔ امالہ کا اختلاف

3۔ تقدیم و تاخیر کا اختلاف

ساتویں فصل: نحوی اختلاف

1۔اسمائے مرفوعہ متواتر قرائتوں میں

2۔اسمائے منصوبہ متواتر قرائتوں میں

3۔اسمائے مجرورہ متواتر قرائتوں میں

آٹھویں فصل: صرفی اختلاف

اس میں چھ مباحث ہیں یہ ان شاذ چیزوں پر مبنی ہیں جو متواتر قرائت میں آئی ہیں

1۔مصدر

2۔مفرد

3۔تثنیہ

4۔جمع

5۔اسم فاعل کا صیغہ

6۔افعل تفضیل کا صیغہ

نویں فصل: ذکر وحذف کا اختلاف

یہ دو مبحث پر مشتمل ہے

الف) وہ اسماء جو متواتر میں مذکور ہیں مگر شاذ میں محذوف

ب) وہ اسماء جو متواتر میں محذوف ہیں مگر شاذ قرائت میں مذکور ہیں

دسویں فصل: تقدیم و تاخیر کا اختلاف

یہ محض کلمہ (الملائکۃ) پر منحصر ہے۔

اس کے بعد خاتمہ ور ملحقہ ہے۔

التفات: اس کتاب کی تیسری فصل کا الگ سے اوپر پیش کریں گے۔

والسلام

القراءات
وأثرها في علوم العربية
تأليف
الدكتور محمد سالم محيسن
المجلد الأول
دار الجيل
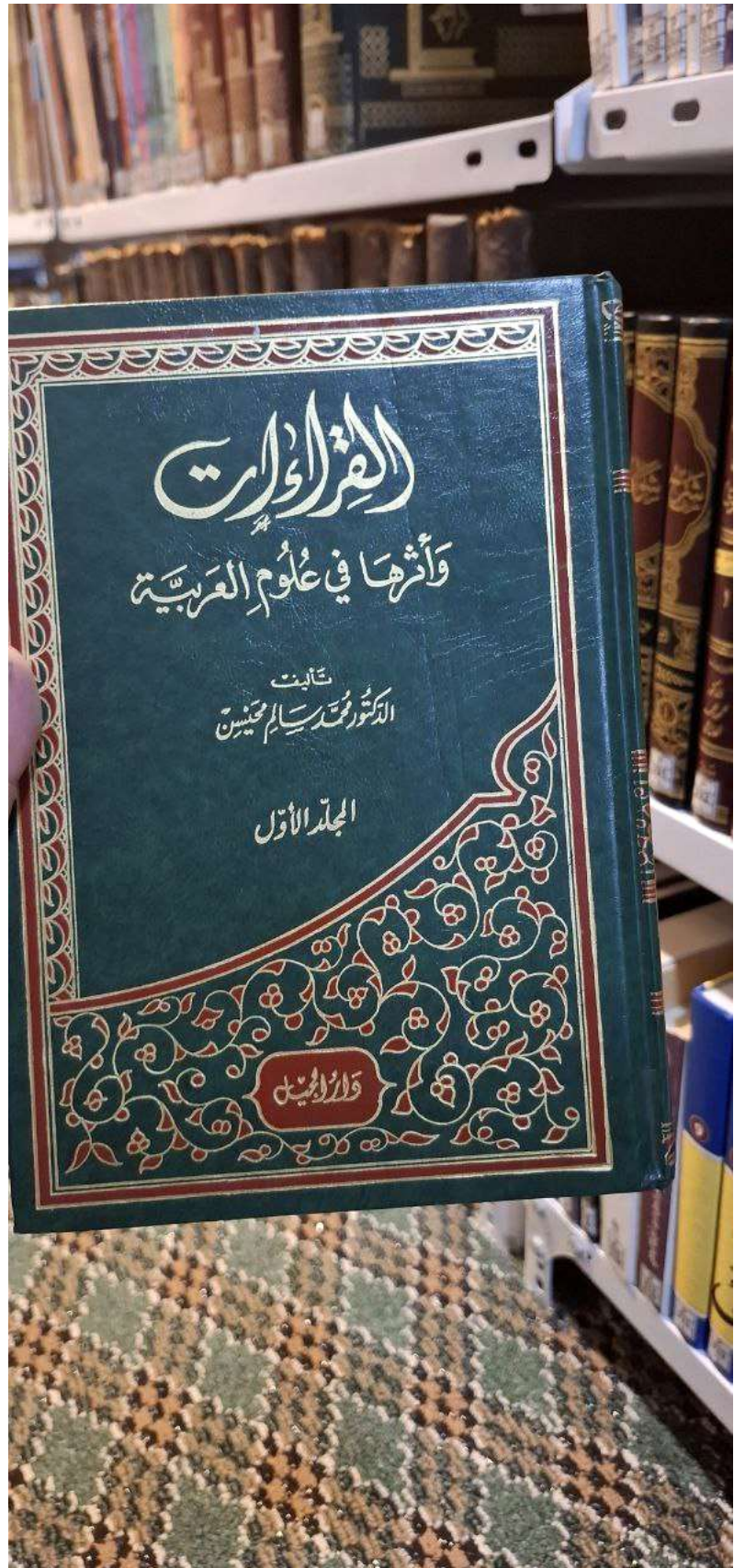
4-القراءات و اثرها في علوم العربية

دکتور محمد سالم کی یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے جس میں کل گیارہ(11) ابواب ہیں۔

آج تمام ابواب کا تعارف پیش کر رہے ہیں تاکہ کوئی اگر اس کتاب کو پڑھنا چاہے تو وہ فیصلہ کر سکے تاہم ہم اس کتاب کے باب اول کا مکمل خلاصہ مستقل تحریر اوپر پیش کر چکے ہیں اور ہمارے خیال میں اس کتاب کے پہلے دو ابواب کو پڑھنا خالی از فائدہ نہیں۔

-___________________

پہلا باب: قرائتیں

اس میں چار فصلیں ہیں

فصل اول: قرائتوں کا وجود پذیر ہونا

فصل دوم: دس قرائتوں کا سبعہ احرف حدیث سے تعلق

فصل سوم: وہ مصادر جن پر ابن جزری کا اعتماد

فصل چہارم: دس قاریوں کی تاریخ

دوسرا باب: قرائتوں کا قدیم عربی لہجوں پر اثر

اس میں کل تین فصلیں ہیں

اول: وہ لہجے جن کا اختلاف صوتی ہے

دوم: وہ لہجے جن کا اختلاف اشتقاق سے ہے

سوم: وہ لہجے جن کا اختلاف صرفی ہے

تیسرا باب: قرآن میں معرّب الفاظ

چوتھا باب: جامد و مشتق

اس میں گیارہ فصلیں ہیں

پانچواں باب: حذف و ذکر

اس میں دو فصلیں ہیں

اول: رسم عثمانی کے موافق حذف و ذکر

دوم: مختلف اسباب کی وجہ سے حذف و ذکر

چھٹا باب: (انّ) کے ہمزہ کو کسرہ یا فتحہ دینا

ساتواں باب: فعل کا مذکر و مونث ہونا

آٹھواں باب: (التفات) بلاغت قرآن میں سے

اس میں دو فصلیں ہیں

فصل اول: غائب سے خطاب کا التفات اور خطاب سے غائب کا التفات

فصل دوم: غائب سے تکلم کا التفات، تکلم سے غائب اور تکلم سے خطاب کا التفات

نواں باب: عربی زبان میں (حمل) کا اسلوب

اس میں چار فصلیں ہیں

1۔ غائب پر حمل

2۔ خطاب پر حمل

3۔ نون عظمت پر حمل

4۔ تائے متکلم پر حمل

دسواں باب: عامل نحوی کا اثر

گیارہواں باب: صنعت اعراب

☆خاتمہ

نوٹ: اس کتاب میں ابو شامہ کی کتاب (المرشد الوجیز) سے خاصا استفادہ کیا گیا ہے جس کا اعتراف مصنف نے بھی حاشیہ میں کیا ہے۔

اور ابو شامہ کی اس کتاب (المرشد الوجیز) کا تعارف و خلاصہ آگے آرہا ہے۔

والسلام

5۔المکرر: ابو حفص نشار
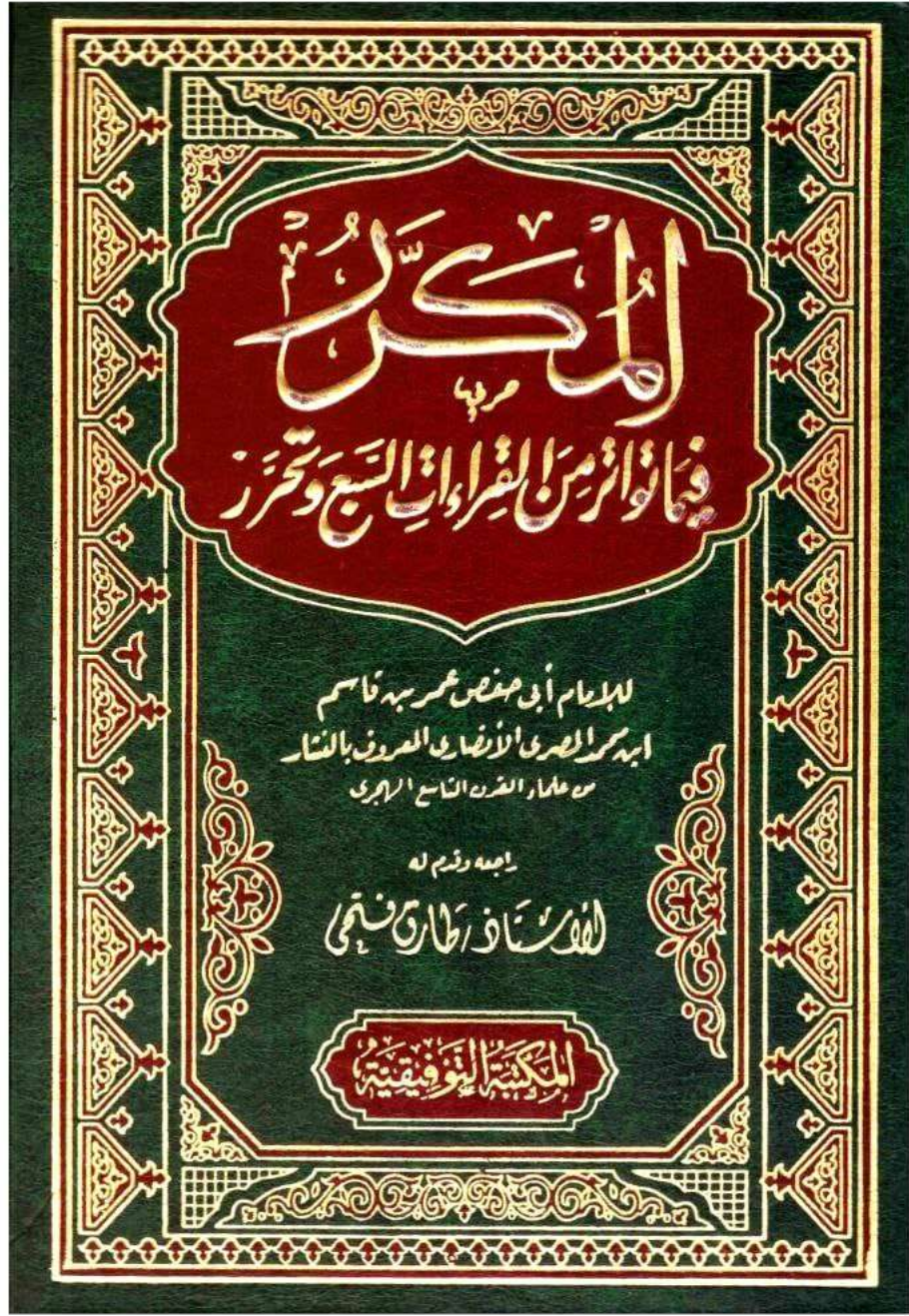
اس کتاب کا مکمل نام(المكرر في ما تواتر من القراءات السبع وتحرر) ہے اور اس کے مصنف کا پورا

نام عمر بن قاسم بن محمد بن علي الأنصاري أبو حفص، سراج الدين النشَّار الشافعي المصري ہے اور آپ کی وفات 938 ہجری میں ہوئی۔

یہ کتاب کم و بیش سات سو صفحات پر مشتمل ہے جس کی ابتدا میں سات قاریوں اور ان کے راویوں کے مکمل نام، پیدائش، سکونت و قیام اور وفات کا ذکر کیا گیا ہے۔

ان ابتدائی صفحات کے بعد سورہ فاتحہ سے لے کر والناس تلک جتنے قرائتوں کے اختلاف ہیں ان کو جمع کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کس آیت کے پڑھنے میں کیا کیا اختلافات ہیں چاہے ان کا تعلق الفاظ، حرکات، اعراب یا پھر ادائیگی سے ہو جیسے ادغام، وقف، مد و امالہ وغیرھا۔

بطورِ نمونہ سورہ فاتحہ میں ان کے کیے گئے کلام کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

1۔ عاصم و کسائی نے (مالک یوم الدین) پڑھا ہے جبکہ باقی قاریوں نے (ملک یوم الدین)

2۔ قاریوں نے (ملک) کے میم کو (رحیم) کے میم سے مدغم کر کے پڑھا ہے سوائے دوری و سوسی کے۔

اور دوری کی روایت میں (ملک) کی میم کو اظہار سے پڑھا گیا ہے

3۔ تمام قاریوں نے (یوم الدین) پر وقف کیا ہے جو چند "وجہیں" رکھتا ہے۔

الف) مد

ب) توسط

ج) قصر سکون کے ساتھ

د) روم مع القصر

4۔ تمام قاریوں کا(نستعین) پر وقف کرنا سات وجہیں رکھتا ہے۔(ہم وہ وجہیں ترک کر رہے)

5۔ حمزہ نے (الصراط) کو اشمام سے پڑھا ہے جو وقف والے اشمام سے ہٹ کر ہے۔

اس اشمام سے مراد یہ ہے کہ قاری نئے حرف کو صاد اور زاء کے درمیان تلفظ کرے۔

6۔ قنبل نے تمام معرف و منکر کو (سین) جبکہ دوسروں نے (صاد) سے پڑھا ہے

7۔(مستقیم) پر وقف چند وجہیں رکھتا

8۔ حمزہ نے (علیهم غیر المغضوب۔۔الخ) ھاء کو پیش کے ساتھ (علیہُم) پڑھا ہے وقف و وصل دونوں صورتوں میں اور پورے قرآن میں ایسے ہی (علیهُم) پڑھا ہے۔

9۔ ابن کثیر نے وصل کے وقت (علیہم) کے میم کو واو مد بنا کر پڑھا ہے لیکن وقف میں (واو) کو حذف کر دیا۔

10۔(ولا الضالین) میں دو مد ہیں

الف) مد لازم

ب) مد عارض

اسی طرح کس لفظ کو کیسا پڑھا گیا ہے بھی زیر بحث آتا رہتا جیسے سورہ بقرہ میں (وَما يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ) ہے

اس میں مصنف لکھتے ہیں کہ نافع، ابن کثیر اور ابو عمر نے (یُخَادِعُون) پڑھا ہے جبکہ ابن عامر، حمزہ، کسائی اور عاصم نے (یَخْدَعُونَ) پڑھا ہے۔

امید ہے ان مثالوں سے کتاب کی نوعیت مکمل واضح ہو گئی ہو گی۔

والسلام
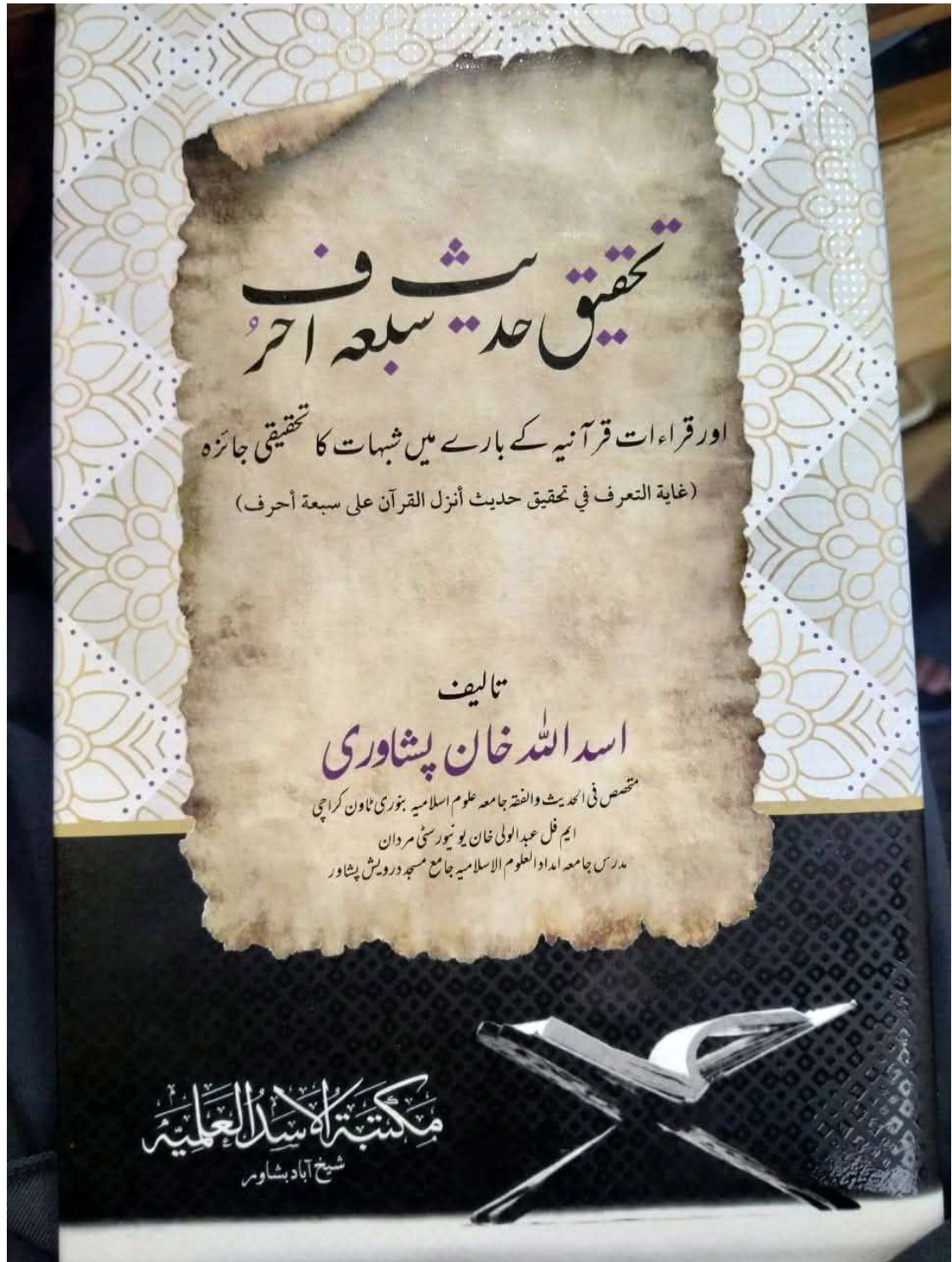
6۔ تحقیق حدیث سبعہ احرف

یہ کتاب جناب اسد اللہ خان پشاوری کی ہے جو 250 زائد صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

یہ دراصل مقالہ ہے جو سوالنامہ کے جواب کے طور پر لکھا گیا ہے۔

اس کتاب سے سات حروف کی روایات کے مختلف طرق، اقوال، قائلین اور ان کی عبارات کا استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

اس کتاب میں ان نظریات کو فوکس کیا گیا جو منکرین قراءات پیش کرتے ہیں بطور خاص جاوید احمد غامدی کے اعتراضات۔

مقدمہ میں استشراق و مستشرقین کا تعارف پیش کیا گیا ہے (جو خاصہ جانبدارانہ ہے)

اور قرائت پر ان کی تصانیف اور ان کے رد میں لکھی گئیں کتب کا تذکرہ ہے۔

اور شہاب زہری کی وثاقت پر قدرے تفصیلی کلام ہے۔

مقدمہ کے بعد کل چھ ابحاث ہیں جن کے عنوان درج ذیل ہیں

پہلی بحث: سبعہ احرف کی اسنادی حیثیت

اس میں مصنف نے سات حروف والی روایات کا تواتر ثابت کیا ہے بالخصوص تواتر لفظی۔

اور متعدد طرق کو درج کیا ہے (جنہیں ماہنامہ رشد قرائت نمبر اول میں بھی پڑھا جاسکتا)

دوسری بحث: سبعہ احرف میں کثرت اقوال

اس میں کثرت اقوال کے اعتراض کو زیر بحث لائے ہیں کہ یہ اعتراض کیوں درست نہیں اور پھر

دراصل اقوال زیادہ ہیں بھی نہیں۔

تیسری بحث: سبعہ احرف سے مراد کیا ہے؟

اس میں وہ مختلف اقوال لائے ہیں کہ سات حروف سے مراد کیا ہے۔

مصنف کے نزدیک مشہور چار اقوال ہی ہیں۔

پھر ہر قول اور اس کے قائلین کی عبارات لکھتے ہیں۔

چوتھی بحث: ایک قبیلہ کے افراد میں اختلاف؟

مصنف کے نزدیک سات حروف سے مراد عرب کی سات فصیح لغات ہیں تو یہاں سوالنامہ کے ایک سوال ان سے بھی متعلق ہو جاتا کہ جب حروف سے مراد زبانیں ہیں تو پھر عمر وہشام کا آپس میں اختلاف کرنا کیسے درست ہو سکتا جبکہ وہ دونوں ہی قریشی ہیں؟

اس کے وہ چار جواب لکھتے ہیں جن میں سے دو یہ ہیں

الف) ہشام کسی دوسری زبان میں پڑھ رہے ہوں گے اور وہ دوسری لغت کو بھی جانتے تھے۔ از: ابن جنی

ب) قریش کی ذیلی شاخوں میں اختلاف تھا جیسے عدن واسد اور عمر عدنی تھے۔ از: آلوسی

پانچویں بحث: سات حروف کی روایات قرآن کی اس آیت(وما أرسلنا من رسول إلابلسان قومه) کے خلاف ہیں۔

اس کے تین جواب نقل کیے ہیں

الف) طحاوی کا کہ دیگر قرائتیں منسوخ ہو گئیں

ب) جمہور کا جواب کہ قوم سے مراد عرب ہیں نہ کہ قریش

ج) تیسرا جواب یہ کہ اصل میں قرآن قریش زبان میں نازل ہوا اور قرآن کا مدعا بھی پورا ہوا مگر بعد میں ضرورت کے تحت دیگر زبانوں میں نازل ہوا۔

پانچویں بحث: حضرت عمر کو سات حروف والی روایت کا علم کیوں نہیں تھا جبکہ ہشام تو کافی بعد میں ایمان لائے تھے؟

اس کا جواب انہوں نے علامہ ابن حجر، علامہ کوثری اور محقق احمد بن فارس سے پیش کیا ہے۔

چھٹی بحث: قرائتوں کا اختلاف تضاد و تنافی کو مستلزم ہے جبکہ اللہ کے کلام میں تضاد و تنافی محال ہے؟

اس کا جواب انہوں نے یہ کہہ کر دیا ہے کہ مختلف قرائتوں ہونے کے باوجود تنوع معانی کا فائدہ تو ہے مگر کہیں کوئی تضاد و تنافی نہیں اور پھر دو مثالیں بھی پیش کر دی ہیں۔

اپنی بات: مصنف کی کئی باتوں سے ہم مطمئن نہیں ہیں۔

والسلام
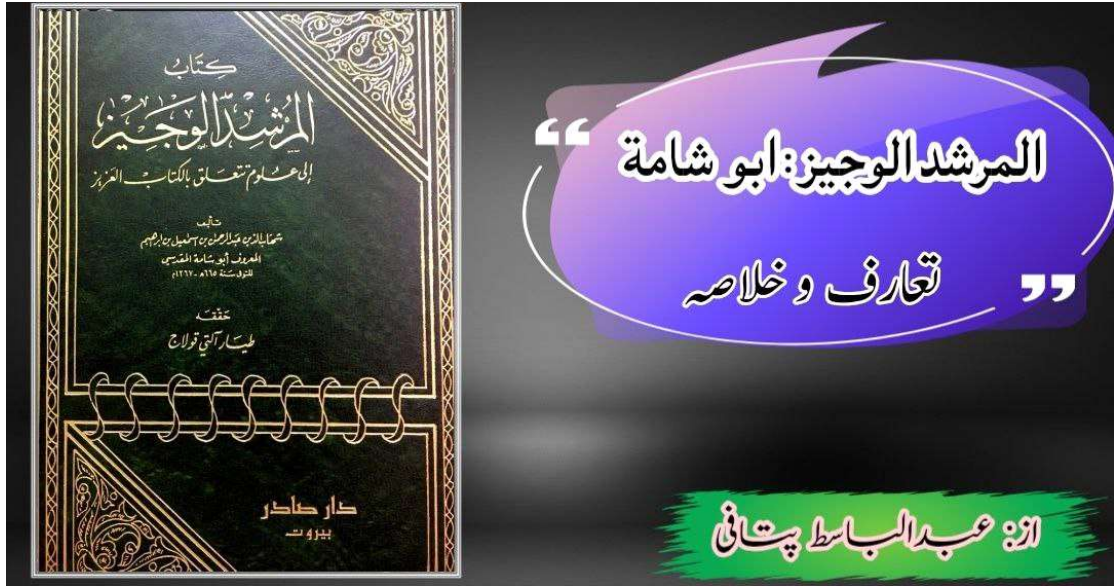
7۔المرشد الوجیز: ابوشامہ

مصنف کا تعارف

ان کا پورا نام أبو القاسم، شهاب الدين، عبد الرحمن بن إسماعيل بن إبراهيم المقدسي الدمشق **ہے مگر ابوشامہ** سے معروف ہیں۔

آپ کی ولادت 599 ہجری اور وفات 665 ہجری کو ہوئی۔

آپ ایک مورخ، محقق و محدث تھے۔ آپ نے متعدد کتب تصنیف کیں جن میں سے ایک قرائت کے موضوع پر ہے جس کا آج تعارف و خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

کتاب کا تعارف

ابو شامہ کی یہ کتاب کل چھ ابواب پر مشتمل ہے

پہلا باب: نزول قرآن کی کیفیت

اس باب میں انہوں نے ان آیات کو رقم کیا ہے جن میں قرآن کے نزول کا وقت بتایا گیا ہے اور ان میں اختلافات کو ذکر فرمایا ہے اور اس کے بعد نزول کی کیفیت کہ وہ کتنے عرصہ میں نازل ہوا وغیرھا۔

دوسرا باب: جمع قرآن

اس باب میں قرآن کے جمع کرنے کے ادوار، ضرورت اور طریق کار پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

اور یہ زیر بحث لائے ہیں کہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان نے کس نوعیت پر جمع کیا۔

تیسرا باب: سات حروف (سبعہ احرف)

اس باب میں کل تین فصلیں ہیں

پہلی فصل: وہ تمام روایات لائے ہیں جن میں سات حروف کی بات کی گئی ہے یا مختلف حروف میں قرآن کے نازل ہونے کا کہا گیا ہے۔

دوسری فصل: سات حروف سے مراد کیا ہے؟

مختلف اقوال، ان کے قائلین اور توضیحات کی ہیں۔

ہم ان اقوال کو اس لیے چھوڑ رہے ہیں کیونکہ ان تمام اقوال اور قائلین کو تفصیل سے ہم (دکتور سالم محیسن) کی رائے میں بیان کر چکے ہیں جنہوں نے اسی کتاب سے استفادہ کیا تھا

بہ ہر حال ان کا ماننا ہے کہ سات حروف سے مراد درج ذیل سات وجوہ ہیں

۱) میم جمع، ھاء ضمیر کو ملانا اور نہ ملانا

۲) ادغام و اظہار

۳) مد و قصر

۴) ہمزہ کی تخفیف و تثبیت

۵) امالہ کرنا اور نہ کرنا

۶) وقف بالسکون اور حرکت کی جانب اشارہ کر کے وقف کرنا

۷) یاء کو فتح دینا، ساکن کرنا، باقی رکھنا اور حذف کرنا

تیسری فصل: مصحف عثمانی میں ایک حرف پر جمع ہوا کہ تمام حروف پر

اس میں دو قول ہیں

ایک قول یہ ہے کہ مصحف عثمانی سات کے سات حروف پر جمع کیا گیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مصحف عثمانی ایک ہی حرف پر جمع ہوا ہے اور باقی چھ حروف کے آثار مٹ چکے ہیں سو ان کی اتباع ممکن نہیں۔

پہلے قول کے قائل قاضی ابو بکر بن طیب ہیں جن کا ماننا ہے کہ رسول اکرم لوگوں کو قرآن سکھا گئے اور

مختلف قرائتوں کو بھی آپ کی تصدیق حاصل ہوگئی ہے اور آج ان مشہور قرائتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے تاہم کچھ قرائتیں نبی سے ثابت نہیں تھیں سوانہیں کا راستہ حضرت عثمان نے روکا اور مصحف میں ان کی نفی ہوئی۔

پس حضرت عثمان نے قرآن ایک حرف و قرائت پر جمع نہیں کیا بلکہ ان کے مصحف میں سات حروف و سات قرائتوں کا التزام رکھا گیا جو امت کے پاس رسول اکرم ص کی طرف سے ثابت شدہ تھیں۔

کتاب کے مصنف (ابو شامہ) کہتے ہیں کہ اس کے لیے تواتر ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ روایت مستفیض ہو، مصحف کے لکھے ہوئے سے موافق ہو اور عربیت سے سازگار ہو تو قرائت صحیح ثابت ہو جائے گی۔

دوسرے قول کے قائل: طبری اور ان کے بعد اکثر اہل علم

ان کا ماننا یہ ہے کہ ان حروف میں قرائت کرنے کی اجازت تھی لہذا یہ کوئی لازم نہیں تھے سو انہیں ترک کیا جا سکتا ہے۔

صاحب شرح ہدایہ یہی استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ طبری وغیرہ نے بھی یہی کہا ہے کہ آج کی تمام قرائت اس ایک حرف کی جانب پلٹتی ہیں جو زید بن ثابت کا حرف ہے جسے مصحف میں ثبت کیا گیا۔

مصنف اس استدلال کو درست نہیں سمجھتے؛ کیونکہ تقدیم و تاخیر، کمی بیشی اور مترادفات والے اختلافات مصحف میں ثبت صورت سے یقینا مختلف ہیں پس ان تمام چیزوں کی مصحفِ عثمانی نفی کرتا ہے۔

چوتھا باب: آج کی مشہور قرائتیں اور اس کی شناخت کہ وہ پہلے کیسی تھیں

اس باب میں انہوں نے دوسرے اقوال نقل کیے ہیں جن میں سے کئی ایک پر انہیں اطمینان تھا۔

بطور نکات یہ چیزیں اخذ ہوتی ہیں

۱) کچھ سمجھتے ہیں کہ سات حروف سے مراد آج کی مشہور سات قرائتیں ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے

۲) سات حروف سے مراد قرائتیں ہیں مگر وہ سات نہیں جنہیں ابن مجاہد نے اختیار کیا

۳) مختلف شہروں میں قاریوں کا ہونا اور ان کی قرائت کی مقبولیت معیار رہا۔

بعض کے نزدیک محض سند کا صحیح ہونا تو بعض نے تواتر تو کسی نے یہ شرط عائد کی کہ اس کے شہر والوں کا اتفاق بھی کافی ہے

۴) ابن مجاہد سے پہلے بھی مختلف قرائتوں کو جمع کیا گیا، کبھی پانچ تو کبھی پچیس تو کبھی اس سے بھی زیادہ

۵) ان قرائتوں کو سات حروف یا حرف اس وجہ سے نہیں کہا جاتا رہا کہ نبی کی روایت میں سات حروف میں سے ایک یہ قرائت مراد تھی بلکہ قرائتوں کو حرف کہا جاتا ہے جیسے حرف نافع، حرف عاصم وغیرھما

۶) ابو شامہ باب کے آخر میں لکھتے ہیں کہ قاریوں کا اختلاف کرنا اس بنیاد پر ہے کہ وہ جو نبی سے روایت کرتے تھے اسی کی بنا پر پڑھتے تو اختلافات سامنے آجاتے۔

جیسے نافع کی قرائت میں پورے قرآن میں (یُحزِن = یاء پر پیش، زاء پر زیر) ہی پڑھا گیا ہے مگر سورہ انبیاء میں (لا يَحْزُنُهُمُ) پڑھا ہے۔

پانچواں باب: صحیح اور شاذ قرائت

ابو شامہ کے نزدیک ان تمام کے معیارات یوں ہیں

صحیح قرائت: جس میں یہ تین ارکان ہوں وہ قرائت صحیحہ و معتبرہ ہے

الف) سند صحیح ہو استفاضہ کی شرط کے ساتھ

ب) فصیح عربی زبان سے موافق ہو

ج) مصحف کے مطابق ہو

شاذ قرائت: اگر ان تین ارکان میں سے کوئی ایک بھی کم ہو جائے تو وہ شاذ وضعیف قرائت ہے۔

اس جانب متقدمین کی اکثریت اور مکی بن ابی طالب کی نص بھی وارد ہوئی ہے

اور اس کے بعد ابو الحسن کا قول لاتے ہیں جو ان کی کتاب (جمال القراء) میں درج ہے کہ ان صحیح قرائتوں میں اعلی مرتبہ پر کون سی ہے؟

ابو الحسن کہتے ہیں کہ عاصم ونافع کی قرائت کے بارے میں ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ان کی قرائتیں سند میں صحیح ترین اور عربیت میں فصیح ترین ہیں اور ان کے بعد فصیح تر ابو عمرو وکسائی ہیں۔

ابو شامہ کہتے ہیں کہ قرائت صحیحہ معتبرہ وہی سات قرائتیں ہیں جو مشہور ہیں اور جن پر اجماع قائم ہوا ہے مگر اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ ان کی نسبت سے جو بیان ہوا ہے وہ سب صحیح و مجمع علیہ ہو بلکہ ہر ایک چیز کو انہی تین ارکان میں پرکھا جائے گا پس ان سات قرائتوں میں بھی شاذ چیزیں ہو سکتی ہیں

وہ مثالیں لکھتے ہیں جہاں سات قاریوں کی قرائت میں اہل لغات کے لحاظ سے مناکیر ہیں۔

ابو شامہ کہتے کہ مصاحف مرتب ہو چکے تو اب لازمی ہے کہ لفظ وہی درست گردانا جائے جو فصیح ترین عربی زبان یعنی قریش سے موافق ہو

اس کے بعد یہ بحث چھیڑتے ہیں کہ کیا نماز میں شاذ قرائت پڑھنا جائز ہے کہ نہیں اور اقوال ذکر کرتے کہ کیوں جائز نہیں ہے

کیا مختلف قرائتوں میں نماز پڑھی جا سکتی؟

اس میں ابو شامہ کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے کیونکہ سات حروف والی روایات دلالت کرتی ہیں کہ امت کی آسانی کے لیے مختلف قرائتیں تجویز کی گئی ہیں تاہم اس وقت ممنوع ہے جب ایک جگہ کی قرائت دوسری جگہ پر متوقف ہو تو وہاں تبدیلی نہ کی جائے اور تب مکروہ ہے جب ایک ہی آیت کو مختلف قرائتوں میں پڑھا جائے۔

چھٹا باب: قرآن میں تدبر و تفکر

اس باب میں وہ لکھتے ہیں کہ قرآن یاد کرنا، اس کی تلاوت کے آداب و مخارج وغیرھا نہایت عمدہ کام ہیں مگر ان سب سے اعلی و ارفع کام ان آیات کے معانی تلاشنا، سمجھنا اور ان پر غور کرنا ہے۔

والسلام
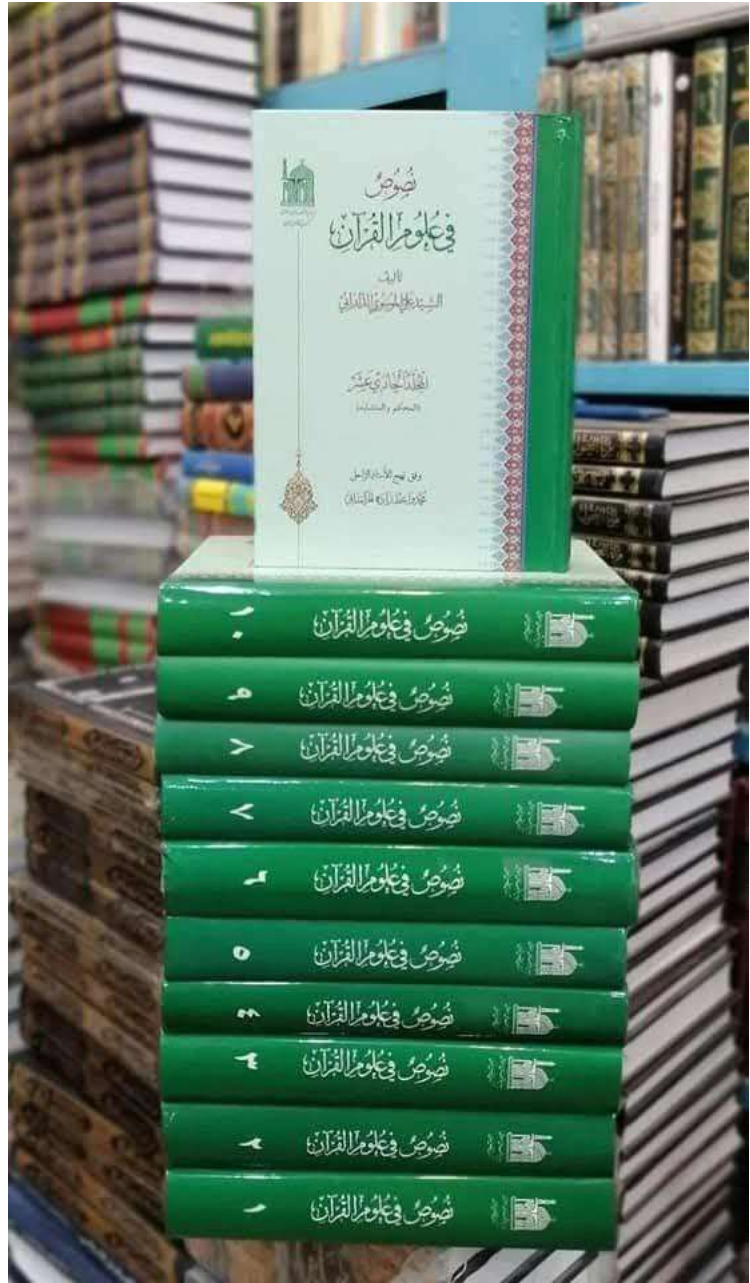
8۔ نصوص فی علوم القرآن

یہ موسوعہ سید علی موسوی دارابی کی انتھک مساعی کا عملی ظہور ہے جس میں انہوں نے قرآنی مباحث میں جہاں کہیں کوئی بات کی گئی ہے ان نصوص و متون کو جمع کیا ہے اور بالترتیب متقدمین سے متاخرین کی

طرف آئے ہیں چاہے وہ شیعہ ہوں کہ اہل سنت۔

آپ لکھتے ہیں کہ:

أما بعد: فهذا كتاب(نصوص في علوم القرآن) حاو لشتات ما يرتبط بعلوم القرآن من النصوص المتفرقة في كتب الحديث والتفسير وعلوم القرآن وغيرها، مما اطلعنا عليها من الآثار عامة من المتقدمين والمتأخرين والمعاصرين نقدمه إلى الباحثين والمحققين في حقل القرآن الكريم، تسهيلاً عليهم الرجوع إلى المصادر وتوفيراً لهم الأسباب والوسائل؛ لتكون لهم قريبة المتناول، سهلة المرام۔

مفہوم: یہ کتاب (نصوص فی علوم القرآن) متقدمین، متاخرین اور معاصرین کے گونا گوں مباحث کے نصوص و عبارات پر پھیلی ہوئی ہے جن کا تعلق علوم قرآن سے ہے۔ ہم نے انہیں ایک جگہ یکجا کر دیا ہے تا کہ قرآن میں تحقیق کرنے والوں کے لیے آسانی رہے اور وہ اصل مصادر کی جانب بہتر طور پر رجوع فرما سکیں اور یوں اسباب و وسائل جمع ہو جائیں کہ ان کے لیے منزل تک پہنچنا آسان قرار پائے۔"

بہ ہر حال، یہ کتاب 12 مجلدات پر محیط ہے جس میں آپ مختلف علماء کی رائے جان سکتے، ان کا استدلال سمجھ سکتے ہیں اور اسی موضوع پر دیگر اہل علم کی آراء بھی ایک جگہ پڑھ سکتے ہیں اور اس کتاب میں اقتباسات کو مکمل نقل کیا گیا ہے اور جہاں عبارت درمیان سے لی ہے تو عنوان درج کر کے بتادیا ہے کہ صاحبِ متن کیا بات کر رہے ہیں۔

اس موسوعہ کا ایک سر سری جائزہ پیش کر رہے ہیں۔

پہلی اور دوسری جلد: نزول کے بارے میں

جن میں سے پہلی جلد کیفیت نزول پر ہے جبکہ دوسری جلد کیفیتِ نزول، وحی کی ابتدا، پہلی و آخری وحی،

سورہ کے مکی و مدنی اور ان کی ترتیب کے متعلق ہے۔

تیسری جلد: جمع قرآن کے بارے میں

اس میں کاتبانِ وحی، حفاظ، اور کیفیتِ جمع پر اہل علم کے اقتباسات و نصوص جمع کیے گئے ہیں۔

چوتھی جلد: تحریف

اس جلد میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح اہل علم قائل ہیں کہ قرآن تحریف سے پاک ہے۔

پانچویں جلد: مصاحف، رسم اور نقاط

اس جلد میں انہوں نے صحابہ کے مختلف مصاحف، قرآن میں نقطوں اور اعراب کا آغاز اور پھر اس پر نصوص رقم کیے ہیں کہ قرآن کا رسم الخط کیا تھا۔

چھٹی جلد: قرآن کے نام، سورتیں، آیات، کلمات و اجزاء

اس جلد میں اہل علم کے یہاں قرآن کے کون کون سے نام ہیں؟ اس کی سورتیں اور آیات پر عبارات نقل کی ہیں۔

☆ساتویں سے دسویں جلد تک قراءات پر نصوص جمع کی گئی ہیں۔

ساتویں جلد: قراءات، ائمہِ قراءات اور اقسامِ قراءات

اس میں پہلے وہ نصوص جمع کی ہیں جن کا تعلق قراءات کی تاریخ اور بنیاد سے ہے۔

اس کے بعد سات اور دیگر قاریوں کا تذکرہ اور ان کے طرق وروایات وغیرھا بیان کی ہیں۔

اور اس جلد کا تیسرا باب اس متعلق ہے کہ قرائتوں کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور صحیح قرائت کے ارکان و شروط کیا ہیں؟

آٹھویں جلد: اختلاف قراءات، ان کی وجوہ و علل، جمعِ قراءات اور ان کا اثر

اس جلد میں زیادہ کلام اختلافِ قراءات اور ان کی وجوہ و علل پر رہا ہے اس کے بعد جمع اور اثر پر بھی نصوص شامل کی ہیں۔

نویں جلد: قراءات کا تواتر وعدم تواتر

اس پوری جلد میں اسی (80) سے زائد علمائے امامیہ واہل سنت کے اقتباسات و نصوص ہیں جن میں سے کچھ تواتر کچھ عدمِ تواتر کے قائل ہیں اور کچھ کے استدلال دیگر سے مختلف اور الگ تھلگ اور کچھ کے ایک جیسے ہیں۔

اس میں زیادہ تر امامیہ کے علماء کا کلام ہے۔

ہم نے یہ جلد کافی حد تک پڑھی ہے۔

دسویں جلد: سات حروف (سبعہ احرف)

ان روایات میں اقوال وغیرھا پر تفصیلی نصوص واقتباسات اکٹھے کیے گئے ہیں۔

گیارہویں جلد محکم و متشابہ جبکہ بارہویں جلد تنزیل، تفسیر اور تاویل پر مشتمل ہے۔

نوٹ: ہم نے اس موسوعہ کے چنیدہ چنیدہ مباحث دیکھے ہیں کیونکہ ایسی کتابیں بالاستعیاب نہیں پڑھی

جاسکتیں بلکہ مطلوبہ و متعلقہ مبحث ہی دیکھا جاسکتا۔

دوم: ہو سکتا ہے کہ اس موسوعہ کی مزید جلدیں آئی ہوں کیونکہ مصنف نے مقدمہ میں جن موضوعات پر بات کی ہے ان میں سے کچھ ان بارہ جلدوں میں شامل نہیں تاہم ہمیں اتنی ہی جلدیں مل سکی ہیں۔

والسلام
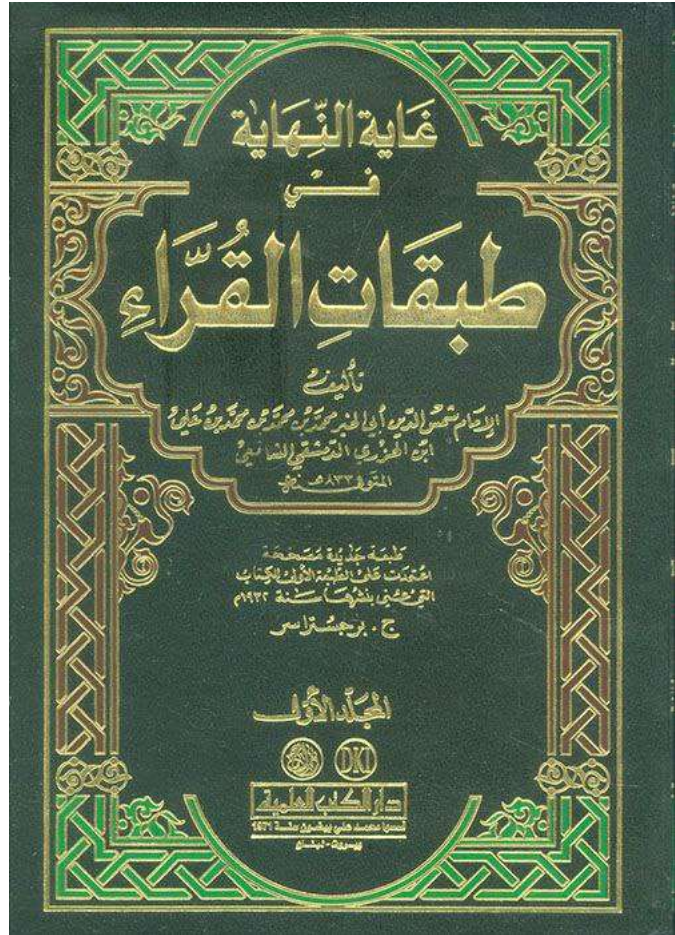
9-غاية النهاية في طبقات القراء: ابن جزری

یہ کتاب ابن جزری(ت 833ھ) کی ہے جو اس فن کے نمایاں ماہرین میں شمار ہوتے ہیں۔

یہ کتاب طبقات کے لیے عمدہ ورہنما ہے جو کل دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

اس کتاب میں یہ خصوصیات قابل ذکر ہیں:

1۔ابن جزری نے (طبقات القراء) اور الدانی کی کتاب کے مطالب کو جمع کیا ہے

2۔اس کے علاوہ مزید مطالب کا اضافہ فرمایا

3۔اس میں روایت ودرایت دونوں کا اہتمام کیا گیا ہے

4۔ قاریوں اور راویان کی ترتیب حروف تہجی کے لحاظ سے ہے۔

جیسے (عاصم) کا تذکرہ (عین) کے تحت ملے گا

5۔ قاریوں اور راویوں کے حالات قدرے تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں۔

بطور نمونہ کتاب میں مذکور پہلے نام کا تعارف پیش کرتے ہیں

☆**ابان بن تغلب**

ابن جزری لکھتے ہیں کہ:

یہ ربعی، کوفی اور نحوی ہیں اور ان کی کنیت ابو سعد ہے۔ بعض ابو أميمة کہتے ہیں۔

انہوں نے عاصم، ابو عمرو شیبانی، طلحہ بن مصرف اور اعمش کے حضور قرائت پڑھی

بعض کا کہنا ہے کہ ابان بن تغلب نے اعمش کے حضور پورا قرآن ختم نہیں کیا۔

ابان سے محمد بن صالح بن زید کوفی نے قرائت اخذ کی۔

آپ کی وفات 141 ہجری میں ہوئی اور قاضی اسد نے 153 ہجری لکھا ہے۔

اپنی بات:

ابان بن تغلب چونکہ امامیہ کے یہاں جلیل القدر راوی اور ائمہ کے صحابی ہیں تو ان کا تذکرہ قدرے تفصیل سے ان کی کتب میں دیکھا جا سکتا تاہم یہاں موضوع کی مناسبت سے چند اشارے کرتے ہیں

الف) نجاشی و شیخ طوسی نے ابان بن تغلب کی کنیت (ابو سعید) لکھی ہے۔ ممکن ہے ابن جزری نے ابو سعد کی جگہ (ابو سعید) ہی لکھا ہو مگر ٹائپو ہو یا ناسخ سے غلطی ہوئی ہو۔

ب) آپ کو بکری و جُریری لکھا ہے

ج) نجاشی نے لکھا ہے کہ آپ کی قرائت مشہور اور سب سے منفرد تھی

د) آپ لغوی و فقیہ تھے

ی) آپ کی وفات 141 ہجری میں ہوئی۔

والسلام

مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية
طَبَقَات القُرّاء
تأليف
شمس الدين أبي عبد الله
محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي
(٦٨٣ - ٧٤٨هـ)
تحقيق
الدكتور أحمد خان
الجزء الأول
تحقيق التراث (٨)
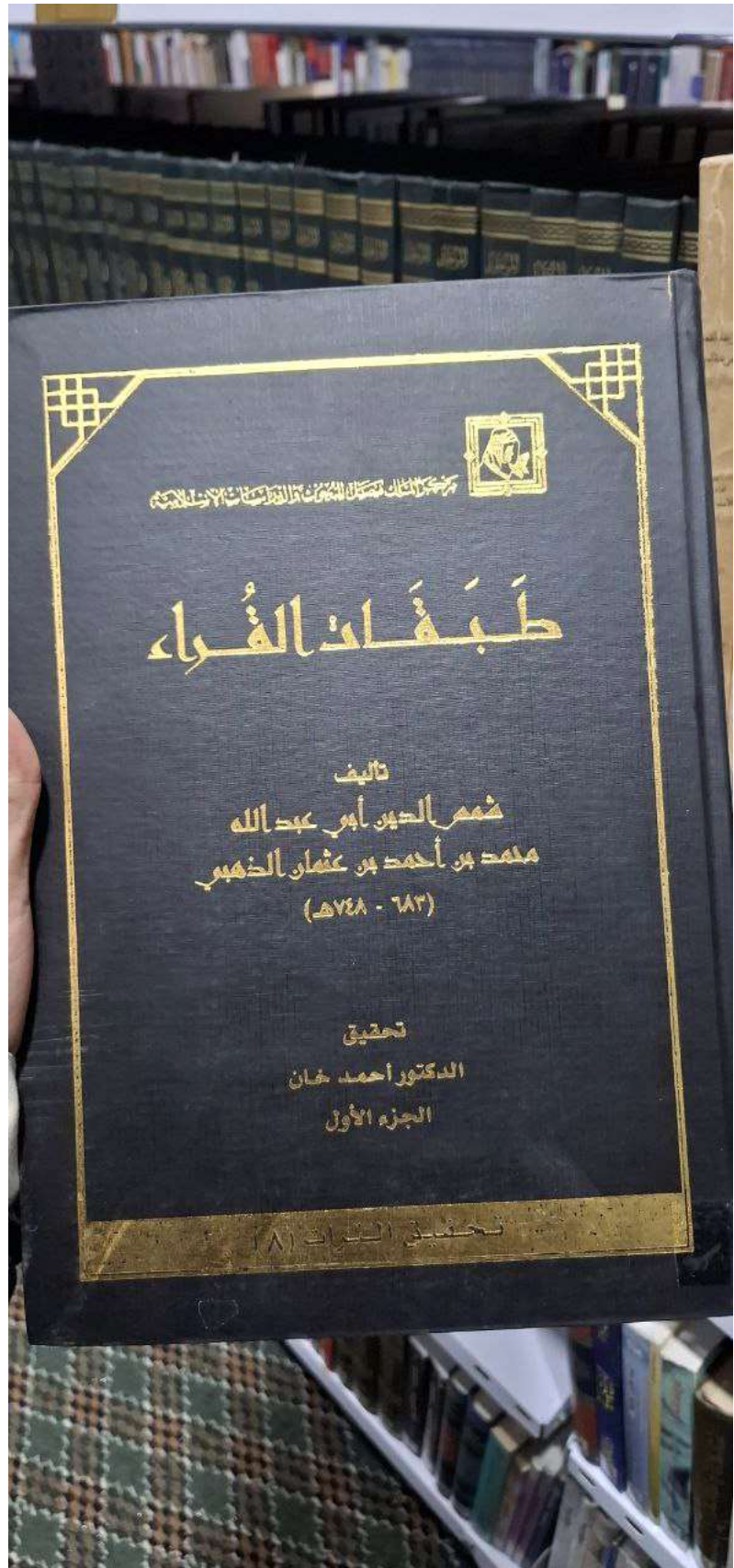
10۔ طبقات القراء: شمس الدین ذہبی

یہ کتاب شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (ت748ھ) کی ہے، آپ ایک معروف شخصیت ہیں جنہوں نے سیر اعلام النبلاء اور تاریخ اسلام جیسی نایاب کتب تصنیف فرمائیں۔

یہ کتاب دکتور احمد خان کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

یہ کل دو مجلدات پر مشتمل ہے جس میں ہر طبقہ کے تمام قاریوں پر تفصیل سے کلام کیا گیا ہے۔

پہلی جلد میں گیارہ طبقات اور دوسری جلد میں بارہ سے اٹھارہ اور بعد کے طبقات شامل ہیں۔

اس کتاب کی خصوصیات

1۔ طبقات کی تقسیم

2۔ ہر طبقہ کے قاری پر ضروری مواد کی فراہمی

3۔ طوالت سے اجتناب

4۔ مصنف نے اپنے زمانہ تک تمام قاریوں کا احاطہ کیا۔

مثلا: پہلے طبقہ میں ان صحابہ کو درج کیا ہے جنہوں نے رسول اکرم ص کے حضور قرائت کی اور وہ کل سات نام ہیں

عثمان بن عفام، علی بن بی طالب، ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، ابو موسی اشعری اور ابو

الدرداء

پھر اس کے بعد دوسرا طبقہ ان لوگوں پر مشتمل جو ہیں تو صحابہ مگر انہوں نے قرائت انہی سات صحابہ میں سے بعض کے حضور پیش کی۔

کل نام 15 ہیں۔

تیسرا طبقہ تابعین کا ہے جو کل 18 قاریوں پر مشتمل ہے اور یوں یہ سلسلہ آٹھویں صدی ہجری تک چلتا ہے۔

التفات: دکتور احمد خان نے اپنے مقدمہ میں نام کے ساتھ اسلام آباد درج کیا ہے، یا تو آپ پاکستان سے ہوں گے یا افغانستان سے۔

مگر ان کے متعلق مزید معلومات نہیں۔

والسلام
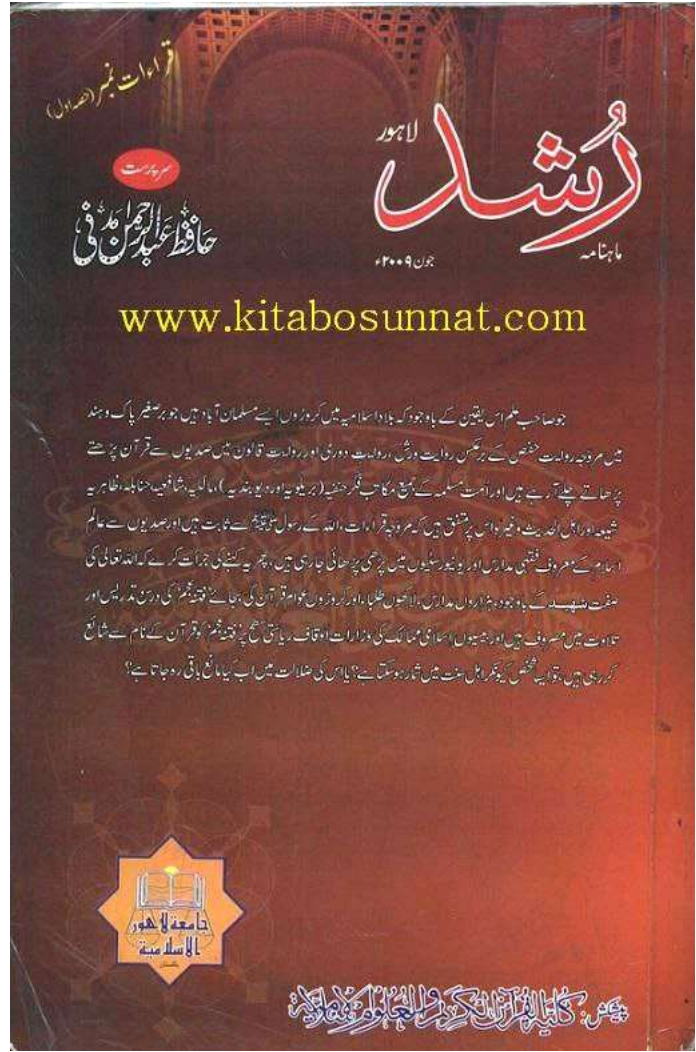
11۔ماہنامہ رشد قراءات نمبر

علمِ قرائت پر مختلف مباحث کو سمجھنا، ان پر استدلال و اختلافات، تجزیوں اور تبصروں کو پڑھنا ہو تو ماہنامہ رشد قراءات نمبر بہترین انتخاب ہو گا۔

یہ کل چھ حصوں پر پھیلا ہوا ہے لیکن اگر کوئی چنیدہ چنیدہ مضامین بھی پڑھے تو بھی کئی ایک استفادے کی چیزیں ہاتھ آسکتی ہیں۔

اس میں گوناگوں اہل علم حضرات کے مختلف نوعیت کے مضامین اور کئی علماء کے ترجمے بھی شامل ہیں۔

اگر کسی نے اس کا پہلا حصہ بھی مکمل پڑھ لیا ہو تو بھی اس کے مطالعہ میں بہت صورتیں نہایت واضح ہو جاتی ہیں۔

بطور مثال یہ مضامین دیکھیے:

1۔ قرآن کریم کی روشنی میں ثبوت قراءات

یہ مضمون قاری صہیب کی عربی تصنیف کی ایک فصل کا ترجمہ ہے مگر نہایت عمدہ اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

2۔ احادیث میں وارد شدہ قراءات: ایک جائزہ

نہایت عمدگی سے احادیث کا جائزہ لیا گیا ہے اور یوں سورہ فاتحہ سے والناس تک کے احادیث میں آئے ہوئے اختلافات کو زیر بحث لائے ہیں

3۔ احادیث رسول کی روشنی میں ثبوت قراءات

یہ بھی قاری صہیب کا مضمون ہے جو قابل مطالعہ ہے۔

4۔ قراءات کا ثبوت اجماع امت کی روشنی میں

اس مضمون میں مختلف اہل علم کے اقوال مل جاتے کہ کس طرح قراءات متواتر اور مجمع علیہا ہیں۔

آخر میں منکر قراءات کیا حکم ہے؟ اس پر بحث کی گئی ہے۔

5۔ سبعہ احرف سے مراد اور قراءات عشر کی حجیت

6۔ قرآن کے سات حروف

مفتی تقی عثمانی کا نہایت عمدہ مضمون ہے۔

7۔ قراءات عشر کی اسانید اور ان کا تواتر

اگر کسی نے سلیس اردو زبان میں قاریوں اور ان کے راویوں کے بارے میں جاننا ہو اور ان کی اسانید کو سمجھنا ہو تو یہ مضمون ضرور پڑھے

8۔ اختلاف قراءات قرآنیہ اور مستشرقین

اس میں آرتھر جیفری کے اشکالات کا خصوصی مطالعہ کیا گیا ہے اور ان کے جوابات فراہم کیے گئے۔

اس کے علاوہ بھی اور کئی مضامین ہیں جو قراءات کے تفسیر قرآن و نحو وغیرھا پر اثرات پر لکھے گئے ہیں اور کچھ اس پر کہ برصغیر میں علم قراءات و تجوید کیسے آیا۔

اور مکتبہ اصلاحی پر نقد، غامدی کے نظریہ قرائت پر حافظ زبیر کا تنقیدی مضمون اور مستشرقین کے شبہات کا جائزہ وغیرھا شامل ہیں۔

ہم نے پہلے حصہ کے کئی مضامین کا مطالعہ کیا باقی حصے ابھی نہیں پڑھے۔

التفات: ان تمام مضامین سے اتفاق و اختلاف سے ہٹ کر ہم نے ان پر بات کی ہے۔

والسلام

كتاب
التيسير في القراءات السبع
تأليف
الإمام أبي عمرو عثمان بن سعيد الداني
المتوفى سنة ٤٤٤ هـ
عني بتصحيحه
أوتو يرتزل
طبعة جديدة اعتمد في أصلها على الطبعة التي نشرتها جمعية المستشرقين الألمانية
بمطبعة الدولة باستانبول عام ١٩٣٠م
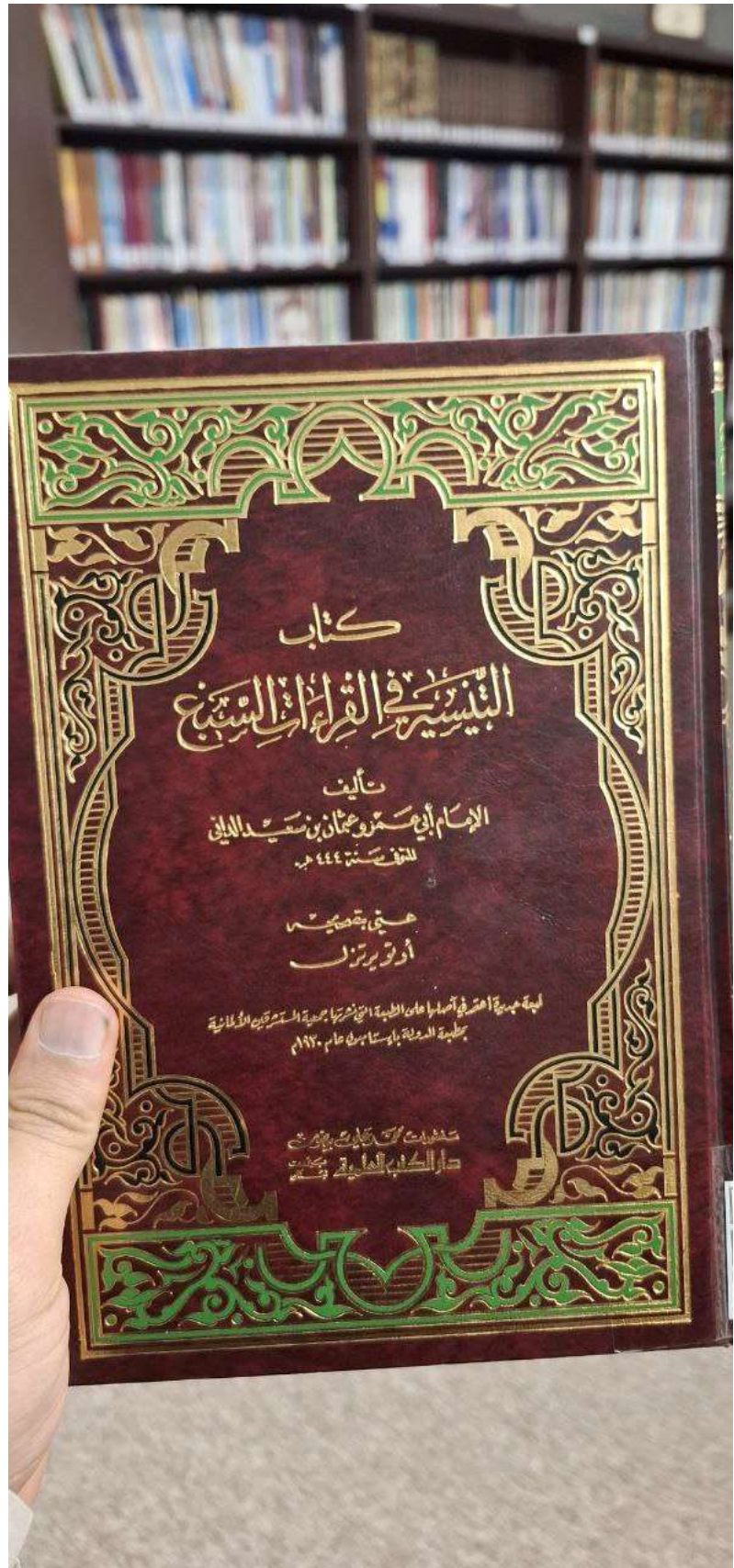
12۔ التيسير في القراءات السبع: الداني

یہ کتاب ابو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمرو الدانی اموی کی ہے۔

آپ کو قاریوں کے اساتذہ کا شیخ اور استاذ الاساتذہ کہا جاتا ہے۔

آپ 371 ہجری میں دانیہ میں پیدا ہوئے جس کی وجہ سے الدانی سے معروف ہیں اور آپ کی وفات 444 ہجری میں ہوئی۔

کتاب کے بارے

اس کتاب کی متعدد اہل علم نے تعریف کی ہے جیسا کہ بدر الدین زرکشی کہتے ہیں کہ:

وَأَحْسَنُ الْمَوْضُوعِ لِلْقِرَاءَاتِ السَّبْعِ كِتَابُ التَّيْسِيرِ لِأَبِي عَمْرٍو الدَّانِيّ

مفہوم: سات قرائتوں کے موضوع پر سب سے عمدہ کتاب دانی کی التیسیر ہے"۔

یہ کتاب لگ بھگ 150 صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب کے مقدمہ میں ابو عمرو الدانی اپنی تصنیف کے بارے یہ اہم باتیں بتاتے ہیں:

1۔ یہ کتاب درخواست پر لکھی گئی ہے جس میں مختصر لکھے جانے کی گزارش کی گئی تھی

2۔ ہر قاری کے دو راوی ہی ذکر کیے ہیں مثلا نافع کے دو راوی قالون وورش۔ الی ھکذا

3۔ اختلاف ہو تو راوی کے نام سے ذکر کرتے

4۔ اگر راوی متفق ہوں تو ان کے امام یعنی قاری کا نام لیتے

5۔ عاصم، حمزہ اور کسائی متفق ہوں تو انہیں اپنی کتاب میں (کوفیون) کہتے ہیں

6۔ نافع اور ابن کثیر کسی قرائت میں متفق ہوں تو (حرمیان) کہتے ہیں۔

کتاب کے ابواب کا سرسری جائزہ

پہلے باب میں قاریوں اور ان کے راویوں کا تذکرہ کرتے ہیں مثلا کہ قاری کا مکمل نام اس کا شہر اس کی کنیت اور وفات وغیرھا۔

پس یہ باب 21 افراد پر مشتمل ہے جن میں سات قاری اور ان کے 14 راویوں کے حالات ہیں۔

پھر اس باب کے آخر میں سات قاریوں کے اساتذہ و شیوخ کا ذکر کرتے ہیں۔

دوسرا باب: ہر قاری کی اسناد کو ذکر کرتے ہیں

یعنی کہ نافع، ابن کثیر وغیرھما کی قرائتیں کس سند و سلسلہ سے ہم تک پہنچی ہے۔

تیسرا باب: استعاذہ

چوتھا باب: تسمیہ

یعنی کون سورہ کے شروع میں بسملہ پڑھتا ہے اور کون نہیں

سورہ ام القرآن

سورہ فاتحہ میں قراءات کے اختلاف ذکر کرتے ہیں

پانچواں باب: ابو عمرو بصری اور ادغام کبیر

اس میں وہ ان موارد پر بات کرتے ہیں جہاں ابی عمرو بصری نے دوسروں سے ہٹ کر ادغام کبیر کرتے ہیں اور مصنف اپنا رجحان بھی ذکر کرتے رہتے ہیں

چھٹا باب: سورہ بقرہ

یہاں ان اصولوں پر بات کی ہے جن کا تعلق پڑھت اور لہجہ سے ہے جیسے مد و قصر، ہمزہ مفردہ اور دو ہمزہ ایک کلمہ میں آجائیں، امالہ و فتح، وقف وغیرھا میں قاریوں نے کیا کیا اختلاف برتا ہے۔

اس طرح مختلف قاریوں کے اصول بھی سامنے آتے ہیں۔

باب: سورہ بقرہ کے کلمات میں پڑھت، حرکات، اعراب اور مادہ وصورت کے اختلاف

جیسے حرمیان اور ابو عمرو نے (ما يخادعون) پڑھا ہے جبکہ باقیون نے (يخدعون)

کوفیون نے (يكذبون) پڑھا ہے جبکہ دوسروں نے (يُكذّبون) پڑھا ہے۔

اس طرح سورہ آل عمران نساء سے لے کر سورہ ناس تک کے تمام اختلافات کو ذکر کرتے ہیں۔

اور آخری باب یہ باندھا ہے کہ ابن کثیر کی قرائت میں سورہ کے آخر میں تکبیر کہنا۔

والسلام

كتاب السبعة
فى القراءات
لابن مجاهد
تحقيق: الدكتور شوقى ضيف
دار المعارف
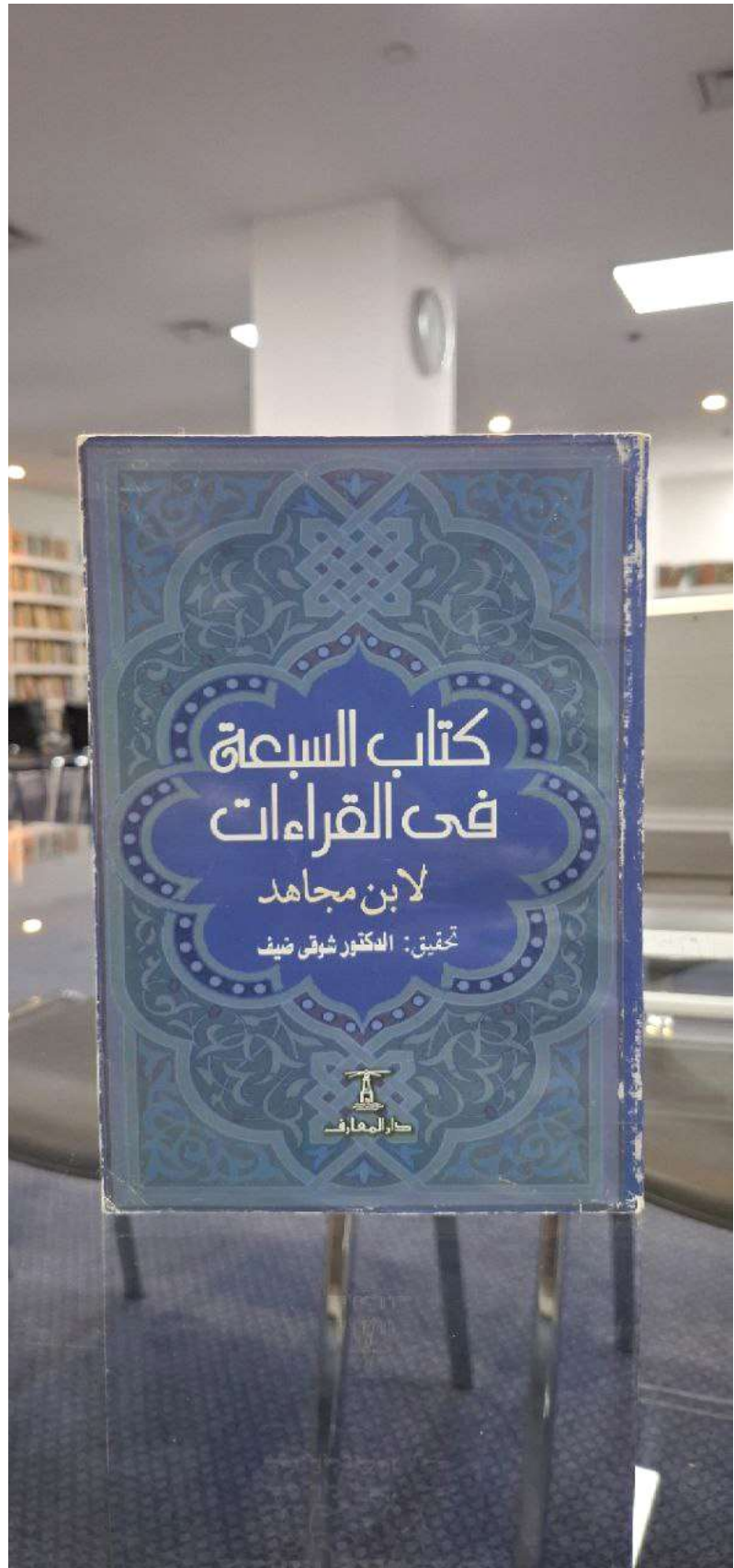
13۔ كتاب السبعة في القراءات: ابن مجاہد

یہ ابو بکر بن مجاہد کی معروف و مشہور کتاب ہے جو کم و بیش 700 صفحات میں دکتور شوقی ضیف کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

اس میں سب سے پہلے قراءات السبع کی اصطلاح متعارف کرائی گئی اور یہ پہلے مصنف ہیں جنہوں نے قرائتوں کو سات میں منحصر کر کے کتاب لکھی اور ایسی شہرت ہوئی کہ پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔

ان کا پورا نام ابو بکر احمد بن موسی بن عباس بن مجاہد تمیمی و بغدادی ہیں، آپ 245 ہجری کو بغداد میں پیدا ہوئے اور 324 ہجری کو وفات پائی۔

ابن مجاہد کے کام پر مختلف اہل علم نے نقد فرمایا ہے جن میں سب سے بڑے ناقدابن شنبوذ تھے جو ان کے ہم عصر اور بغداد کے رہنے والے تھے۔

کتاب کا تعارف

اس کتاب کی مختلف اہل علم نے خوب تعریف فرمائی ہے اور اس پر تنقید بھی ہوئی ہے۔

ان سب سے قطع نظر کتاب کا سرسری جائزہ لیتے ہیں:

مقدمہ: ابن مجاہد مقدمہ میں ان چیزوں کی جانب توجہ دلاتے ہیں

1۔ قرآن یاد کرنے اور انہیں پڑھنے والوں کی چند قسمیں ہیں:

الف) ایسا شخص جو بدو عرب کی طرح چیزوں کو پڑھتا ہے لیکن لحن سے پاک ہوتا ہے لیکن قرائت

وغیرھا کا علم نہیں رکھتا

ب) ایسا شخص جس نے پڑھنا سیکھا اور وہ پڑھنے لگا مگر اس کے پاس اعراب وغیرہ کا علم نہیں ہوتا

پس یہ کبھی نسیان کی وجہ سے کبھی اشتباہ کے سبب لحن کا شکار بھی ہو جاتا کیونکہ اس کے پاس تو عربی ادب وزبان کا علم نہیں ہے اور کبھی کبھی اس کا حافظہ خلل پیدا کرتا۔

یا کبھی یہ بھول جاتا کہ کس سے کیا پڑھا تھا سو روایت کرتے ہوئے وہم کا شکار ہو جاتا

ج) وہ شخص جو اعراب ولغات وغیرھا کو جانتا ہے مگر قرائتوں اور لوگوں کے اختلاف کا علم نہیں رکھتا، پس یہ کبھی ایسی قرائت کرتا جو اعراب کے تحت درست ہوتی ہے مگر اس سے پہلے کسی نے نہیں پڑھی ہوتی اور یہ چیز ناپسندیدہ ہے۔(اس کے بعد ابن مجاہد روایات لائے ہیں کہ رسول اکرم اور صحابہ نے اس کام کو کس طرح ناپسند فرمایا ہے)

2۔ قراءات کی روایات اس طرح نقل ہوئی ہیں جیسے احکام وشریعت کی کہ ان میں سے کچھ مجمع علیہ تو کچھ مکروہ ومتروک ہیں اور کچھ میں تو راوی توہم کی وجہ سے خطا کرتے ہوئے روایت ضائع کر تا دیتا ہے اور جو سنا ہوتا اسے طویل زمانہ کی وجہ سے بھول بیٹھتا ہے۔

3۔ قرآن کی قرائتوں میں بھی اتفاقی واجماعی اعراب نقل ہوئے ہیں، غیر واضح اعراب بھی، کچھ میں لغت شاذ آئی تو کچھ میں ضعیف معنی آگئے، کبھی توہم کی وجہ سے واضح لحن داخل ہوا تو کبھی لحنِ خفی شامل وغیرھا۔

4۔ وہ قرائتیں جنہیں لوگوں نے قبول کیا وہ مدینہ، مکہ، کوفہ، بصرہ اور شام کی ہیں۔

ان میں سے ہر شہر سے ایک رجل اٹھا اور تابعین سے قرائت اخذ کی اور عامہ وخاصہ نے اس کی قرائت

قبول کی اور اس کے راستے چل پڑے۔

مقدمہ کے بعد مختلف ابواب باندھے ہیں:

ا۔ قاریوں کا ذکر، ان کا نسب، اساتذہ اور تلامذہ

انہوں نے سات قاریوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور بعد میں ان کی اسانید بھی ذکر کی ہیں جسے ہم چھوڑ رہے ہیں تاہم چند نکات لکھیں گے جو قابل توجہ ہیں۔

۲۔ ابتدا مدینہ سے کی ہے کیونکہ نبی ص نے اس جانب ہجرت کی اور اکابر صحابہ کا یہ معدن ہے۔

ابو عبد الرحمن نافع بن عبد الرحمن یہ اصل اصفہان کے ہیں۔

ابن مجاہد نے ان کے 5 اساتذہ ذکر کیے ہیں اور کئی ایک تلامذہ۔

۳۔ مکہ میں عبد اللہ بن کثیر کی قرائت مشہور ہوئی اور انہوں نے مجاہد بن جبر کو قرائت سنائی اور ان سے قرائت کے لحاظ سے کسی بھی چیز کا اختلاف نہیں برتا

اپنی بات: یہ جملہ اہم ہے کیونکہ اختلاف نہ برتنے کو بیان کرنا گویا بتاتا ہے اساتذہ سے اختلاف کرنا عام تھا یا کم از کم غیر معمولی نہ تھا۔

عبد اللہ بن کثیر کے زمانہ میں محمد بن عبد الرحمن محیصن نے بھی مکہ میں قرائت کی مگر اسے قبولیت نہ مل سکی اور جس طرح اہل مکہ نے ابن کثیر پر اتفاق و اجماع کیا ویسا ان پر نہ ہو سکا۔

☆ آج تک اہل مکہ کا ان کی قرائت پر اجماع ہے۔

۴۔ کوفہ میں سب سے پہلے ابن مسعود کا چال چلن اور ان کی قرائت کا بول بالا رہا مگر بعد میں ابو

عبد الرحمن سلمی کو شہرت ملی جنہوں نے چالیس سال تک قرائت کی اور انہوں نے علی بن ابی طالب، عثمان بن عفان، ابی بن کعب اور زید بن ثابت سے قرائت حاصل کی۔

ان کے مرنے کے بعد:

الف) ابو بکر عاصم بن ابی النجود

ان کی قرائت کو زیادہ قبولیت نہیں ملی جتنی حمزہ بن حبیب الزیات کو ملی۔

ب) حمزہ بن حبیب الزیات

ج) کوفہ کے تیسرے قاری: علی بن حمزہ کسائی

۵۔بصرہ میں ابو عمرو بن علاء قاری ہوئے جن کے نام میں اختلاف ہے کہ زبان ہے، عریان یا پھر یہی (ابو عمرو) ہی ان کا نام۔

۶۔شام میں عبد اللہ بن عامر یحصبی کی قرائت کا چلن ہوا۔

انہوں نے مغیرہ بن ابی شہاب مخزومی اور مغیرہ نے عثمان بن عفان سے قرائت اخذ کی۔

۷۔ان سات قاریوں (جو حجاز، عراق اور شام سے ہیں) نے قرائت میں تابعین کی اتباع کی اور "عوام" نے ان کی قرائتوں پر اجماع کیا۔

اپنی بات

ابن مجاہد کے "عوام" یا "لوگوں" کے اجماع واتفاق کہنے سے کیا مراد ہے؟

اس پر حاشیہ لگاتے ہوئے شوقی ضیف کہتے ہیں کہ یہاں "عوام" سے مراد قاریوں کا عموم ہے جو کافی حد تک درست بھی لگتا۔

والسلام

النشر
في القراءات العشر
تاليف
محمد بن محمد بن محمد بن علي بن يوسف
ابن الجزري
دار ابن الجوزي
القاهرة
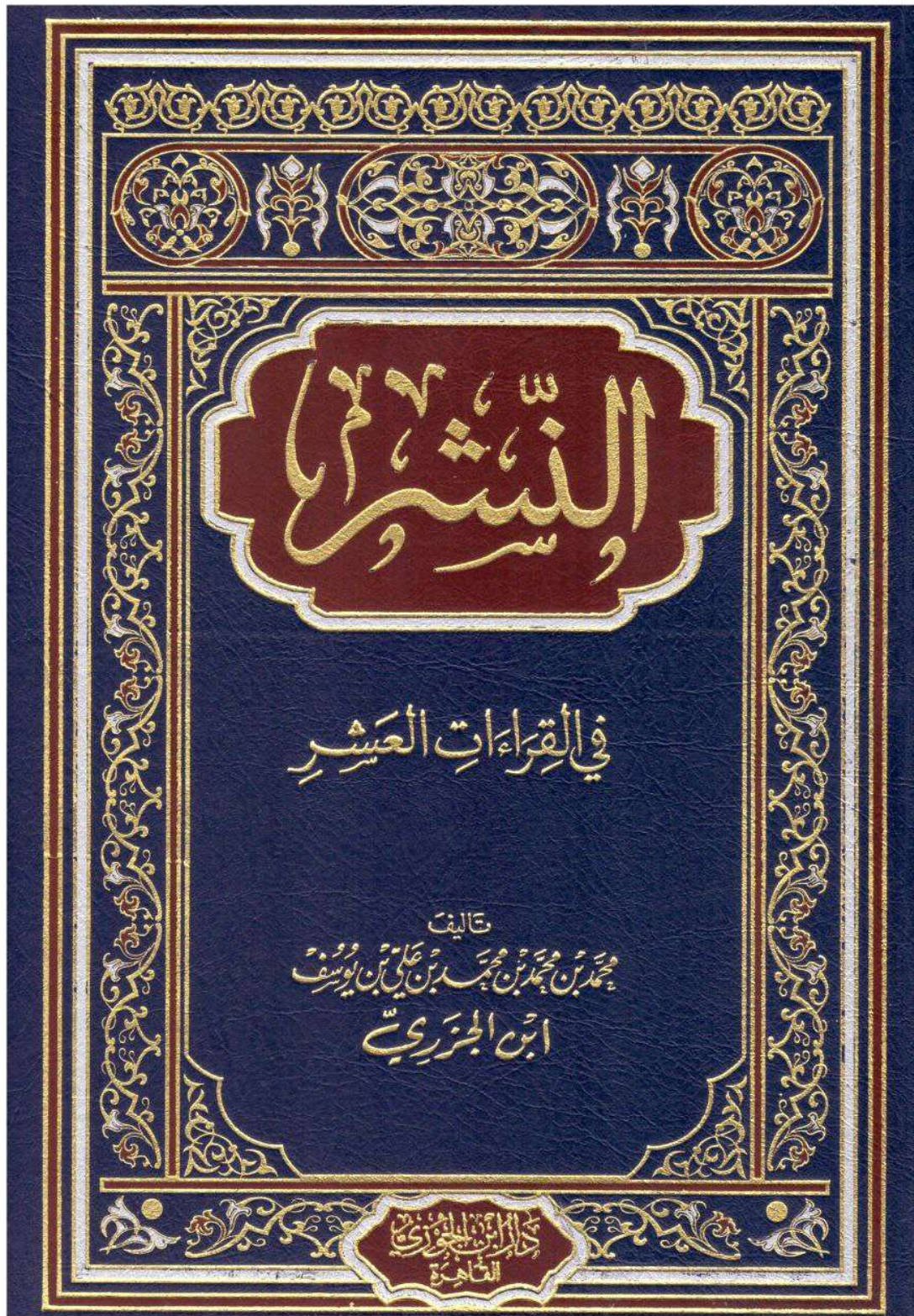
14۔ النشر في القراءات العشر: ابن جزري

علم قراءات کے باب میں یہ کتاب نہایت مشہور و معروف ہے اور اس کی کئی ایک خوبیاں ہیں جنہیں مختلف اہل علم نے مختلف سطحوں پر سراہا ہے۔

اس کتاب کے مصنف ابن جزری (ت 833ھ) قرائت کے حوالے سے ایک حوالہ ہیں۔

یہ کتاب (النشر) کل دو مجلدات پر مشتمل ہے جو علی محمد ضباع کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے۔

کتاب کا مقدمہ اہم مباحث کو محیط ہے جن کا سر سری جائزہ یہاں پیش کر رہے ہیں۔

1۔ سب سے پہلے ان لوگوں کی تعریف میں وارد شدہ روایات لائے ہیں جو قرآن کے حاملین ہیں۔

2۔ قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے اٹھایا ہے۔

اس میں وہ قرآن کو اس صفت میں دیگر سے جداگانہ دیکھتے ہیں کہ کوئی بھی آسمانی کتاب اس شرف سے مشرف نہیں ہوئی سوائے قرآن کے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا ہے۔

پھر ایک تاریخی جملہ لکھتے ہیں:

ان الإعتماد في نقل القرآن على حفظ القلوب و الصدور لا على حفظ المصاحف و الكتب و هذه أشرف خصيصة من الله لهذه الأمة

مفہوم: قرآن کے منتقل ہونے کا ذریعہ واعتماد سینوں اور دلوں میں محفوظ ہونا ہے نہ کہ مصاحف وکتب میں محفوظ ہونا اور یہ اللہ کا اس امت پر خاص کرم و شرف ہے۔"

3۔ قرآن کا حضرت ابو بکر و عثمان کے دور میں جمع ہونا۔

حفاظت کے بعد انہوں نے مختصراً قرآن کے جمع ہونے کی وجہ اور کیفیت لکھی ہے۔

اور بتایا ہے کہ مصاحف عثمانیہ کہاں کہاں بھیجے گئے تھے۔

بصرہ، کوفہ، شام، مکہ، یمن، بحرین اور مصحفِ امام کو مدینہ میں رکھا گیا۔

4۔ یہ مصاحف نقاط اور اعراب وغیرہا سے خالی تھے؛ تاکہ نبی سے جو نقل ہوا ہے اور پہنچا ہے ان سب کی گنجائش باقی رہے؛ کیونکہ ان کا اعتماد حفظ پر تھا کتابت پر نہیں لہذا وہ سب اُحرف باقی رہیں جن کے متعلق نبی کا ارشاد ہے: (أنزل القرآن على سبعة أحرف = قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے)

پس مصاحف اس لفظ پر لکھے گئے جو عرضہ اخیرہ کے بعد باقی رہا اور ہر ایک شہر نے اپنے پاس موجود مصاحف سے قرآن پڑھا جو انہیں صحابہ سے سیکھنے والوں نے پڑھایا تھا یوں انہیں قبولیت ملی۔

5۔ اس کے بعد یہ متعدد قاری مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ان کے بعد آنے والوں نے یہی سلسلہ جاری رکھا۔

(اپنی بات: کئی نام گنوائے جو تابعین میں سے ہیں جن کے نام ہم نے نہیں لکھے)

6۔ ان میں سے کئی ایک روایت ودرایت میں مشہور تھے اور کئی ایک کسی ایک وصف میں پیچھے رہ جانے والے تو چلتے چلتے ان میں بہت زیادہ اختلاف پیدا ہوئے اور ضبط کم رہ گیا، باطل حق سے مخلوط ہو گیا تو امت کے جہاں دیدہ علماء اٹھے اور اجتہاد و کوشش میں آخری حد تک گئے اور حق کو بیان کیا اور ان حروف و قراءات کو جمع کیا، وجوہ وروایات کو کھولا، مشہور و شاذ اور صحیح وفاذ میں تمیز پیدا کی، اصول بنائے اور ارکان تخلیق کیے تاکہ یہ سب حاصل ہو سکے۔

7۔ ابن جزری کے نزدیک صحیح قرائت:

جس قرائت میں یہ تین ارکان موجود ہوں

الف) عربیت کے موافق ہو چاہے فصیح ہو یا غیر فصیح چاہے اختلافی ہو یا اتفاقی

ب) مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک سے موافق ہو احتمالاً ہی سہی

ج) اس کی سند صحیح ہو

پس یہ قرائت صحیح ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ان میں سے ہے جس کے بارے رسول اکرم نے فرمایا کہ قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے لہذا لوگوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے۔

8۔ ضعیف و شاذ قرائت

بالا تین ارکان میں سے کوئی بھی رکن پورا نہ ہو گا تو وہ قرائت شاذ و ضعیف ہو گی چاہے سات مشہور قرائتوں میں سے ہو یا اس کے علاوہ میں سے

9۔ پھر ابن جزری تین ارکان کی تفصیل سے وضاحت کرتے کہ کس رکن کے اختیار سے کیا کیا نتائج مرتب ہوتے اور کون سی صورتیں شامل ہوتی ہیں۔

10۔ تواتر کی شرط

"بعض متاخرین نے یہ شرط عائد کی ہے کہ قرائت متواتر ثابت ہونی چاہیے ورنہ وہ قابل قبول نہیں کیونکہ قرآن تواتر کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا۔"

اس پر ابن جزری کا کہنا ہے کہ اگر کسی قرائت کا تواتر ثابت ہو جائے گا تو پھر باقی دو رکن (عربیت و مصاحف

عثمانی) سے موافقت ضروری نہیں ٹھہرے گی لہذا تواتر ثابت ہو تو وہ قرائت صحیح ہو گی۔"

دوم: "اگر ہم تواتر کی شرط کو لازمی قرار دیں تو کئی قرائتیں ہاتھ سے چھوٹ جائیں گی چاہے وہ ان سات مشہور قاریوں کی ہوں یا دیگر کی"۔

سوم: میں (ابن جزری) پہلے اسی کا قائل تھا مگر بعد میں اس کا فساد ظاہر ہوا اور میں سلف و خلف کے موافق ہوا لہذا تواتر کے بجائے سند صحیح کی شرط کو رکھا۔"

11۔ قرائت کی کل تین اقسام

پہلی قسم: وہ قرائت جسے قبولیت ملی ہو اور جس پر اجماع ہو اور اس میں مذکورہ تینوں ارکان ہوں تو اس کا انکاری کفر کا مرتکب ہو گا۔

مثال: مالک ملک ،یخدعون ویخادعون۔

دوسری قسم: جس کی سند صحیح اور عربیت کے موافق ہو مگر وہ مصاحف عثمانیہ سے میل نہ کھاتی ہو تو ایسی قرائت قبول نہیں کی جائے گی اور یہ دو سبب کی وجہ سے نہیں پڑھی جائے گی؛

پہلا سبب: یہ اجماع سے نہیں بلکہ خبر واحد سے ماخوذ ہے اور خبر واحد سے قرآن ثابت نہیں ہوتا

دوسرا سبب: اور یہ قائم شدہ اجماع کے مخالف ہے۔

مثال: عبداللہ بن مسعود اور ابو الدرداء کی قرائت میں (وما خلق الذکر و الأنثى) ہونا۔

تیسری قسم: جس کی سند صحیح نہیں بلکہ غیر ثقہ سے منقول ہو یا منقول تو صحیح سند سے ہو مگر موافق عربیت نہ رکھتی ہو تو ایسی قرائت بھی قبول نہیں ہو گی۔

مثال: ابن سمیفع وابی سمال وغیر ھما کی یہ قرائت (ننجیک ببدنک کو ننحیک)۔

12۔ کیا نماز میں شاذ قرائت جائز ہے؟ اس مسئلہ پر بھی انہوں نے قدرے تفصیلی کلام کیا ہے۔

13۔ سات حروف میں قرآن نازل ہونے کی روایات لکھتے ہیں اور پھر اس میں جو کلام کیا گیا ہے وہ رقم کرتے۔

14۔ کیا سات حروف سے مراد وہ سات مشہور قرائتیں ہیں؟

ان کا ماننا ہے کہ ایسا بلکل بھی نہیں اور نہ ہی کوئی محقق ایسا کہہ سکتا ہے کیونکہ یہ سات قرائتیں تو بعد میں ابن مجاہد نے جمع کی ہیں ورنہ قرائتیں تو اس سے بھی زیادہ ہیں۔

پھر وہ تفیصلی کلام کرتے کہ کس طرح قرائتوں کی اصل تعداد تیسیر و شاطبی سے زیادہ اور ان کے علاوہ بھی ہے۔

15۔ سات حروف سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف اقوال لکھنے کے بعد اپنا نظریہ لکھتے ہیں جو ہم پہلے بھی پیش کر چکے ہیں کہ سات حروف سے مراد سات طرح کے اختلافات ہیں جیسے لفظ و معنیٰ کا اختلاف وغیرھا۔

16۔ پھر ان سات حروف کے فوائد بیان کرتے ہیں جیسے دو حکموں کو ثابت کرنا وغیرہ۔

17۔ سات حروف میں نازل کی وجہ: امت کے لیے آسانی اور تخفیف ہے۔ اس کے علاوہ دیگر حکمتیں بھی بیان کرتے ہیں

18۔ آج کی قرائتیں ان سات حروف کا بعض ہیں یا مکمل؟

اگر کوئی قائل ہے کہ امت کے لیے کسی بھی قرائت کو چھوڑنا جائز نہیں تو وہ مانے گا کہ سات حروف کی سب قرائتیں پہنچ چکی ہیں ورنہ تمام امت من حیث امت معصوم ہوتے ہوئے خطاکار ثابت ہو جائے گی۔

اور اگر کوئی قائل ہے کہ یہ متعدد قرائتیں جائز اور مباح تھیں، لازم نہیں تو وہ مانے گا کہ سات حروف میں سے کچھ پہنچی ہیں۔

19۔ مختلف تصانیف کا ذکر کرتے ہیں جن میں سات سے زیادہ قرائتوں کو جمع کیا گیا تھا۔

20۔ ہر وہ قرائت جو نبی ص سے صحیح طور پر ثابت ہو اس کا قبول کرنا واجب ہے اور اس کا چھوڑنا جائز نہیں کہ وہ سب اللہ کی نازل کردہ ہیں۔

☆اس کے بعد قاریوں کے نام، حالات اور اسانید پر بات کرتے ہیں۔

اور پھر فاتحہ سے لے کر والناس تک تمام اختلافات کو ذکر کرتے کہ کس نے کیسا پڑھا اور کیا پڑھا۔

والسلام

اختتامیہ

ہماری علم قراءات پر اہل علم کی کتب اور مباحث پر لکھی گئی تحریریں یہاں تمام ہوتی ہیں۔ ہمیں امید ہیں اس سے ضرور کوئی نہ کوئی فائدہ پہنچا ہو گا یا پھر کمیوں کو محسوس کر کے اسے پورا یا نیا زاویہ دینے کا ارادہ ذہن میں ابھرا ہو گا اور ہمارے لیے یہی کافی ہے۔

یہ تحریریں 15 جنوری 2025 سے لے کر 11 فروری 2025 تک کی ہیں۔

پروردگار سے دعا ہے کہ وہ ہماری ادھوری کوششوں اور معمولی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور علم سیکھنے سمجھنے اور اسے اپنی زندگی کا حصہ بنانے کے لیے توفیق عطا فرمائے۔

13 فروری 2025

جمعرات

نجف اشرف، عراق